غار کی قبر
25/-
اشتیاق احمد

محمود، فاروق، فرزانہ

اور — انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر ۵۹۷

غار کی قبر

اشتیاق احمد

حدیث شریف

اُمِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے ۔ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئی اور میں نے عرض کیا ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مجھے کوئی عمل بتلائیے ، اب میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور ناتواں اور موٹی بھی (تو محنت کی عبادت نہیں ہو سکتی) آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ، سَو بار اللہ اکبر کہ اور سَو بار سبحان اللہ کہ ، یہ تیرے لیے بہتر ہیں سَو گھوڑے زین اور لگام کے ساتھ اللہ کی راہ میں دینے سے اور بہتر ہیں سو اونٹ سے اور بہتر ہیں سو بردے آزاد کرنے سے (سبحان اللہ کیا عنایت ہے مالک کی اپنے ناتواں اور کم طاقت بندوں پر)

سُنن ابن ماجہ شریف ، جلد سوم

صفحہ نمبر ۲۰۳ ، حدیث نمبر ۱

○

○

نام ناول ——— غار کی قبر

طبع اوّل ——— مئی ۱۹۹۵ء

پبلشر ——— طاہر ایس ملک

سرورق ——— انداز

پرنٹر ——— زاہد بشیر پرنٹرز

السلام علیکم!

کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ میں کیا سوچتا رہتا ہوں۔ آخر اس قدر سوچنے کی ضرورت ہی کیا ہے، میں کیوں اس سوچ سے پیچھا نہیں چھڑا لیتا، پھر میں اس سوچ سے پیچھا چھڑانے کے طریقے سوچنے لگتا ہوں — اور یہ نہیں سوچ پاتا کہ اس طرح بھی تو میں سوچ کے چکر میں سوچتا رہتا ہوں — غرض سوچ کسی صورت میں بھی ہو — میں اس سے جان نہیں چھڑا پاتا — اب اس وقت کو ہی لے لیں — صبح کے پونے پانچ بج رہے ہیں۔ سارا گھر سویا پڑا ہے — صرف میں جاگ رہا ہوں — ابھی ابھی یہ ناول مکمل ہوا تو دو باتیں لکھنے کی باری آئی ہے — اور ان دو باتوں کے ساتھ ہی پھر مجھ پر سوچ کا دورہ پڑ گیا ہے — آپ جانتے ہیں — یہ دورہ کیا ہے۔ وہ سوچ کیا ہے جو میں سوچتا رہتا ہوں — صرف اور صرف

یہ کہ اس ناول کی دو باتیں کیا ہوں — اس وقت بھی یہ سوال میرے سامنے پہاڑ بن کر کھڑا ہے — آخر میں اس ناول کی دو باتیں کیا لکھوں — لیکن جس طرح میں چھ سو ناول لکھ لینے کے بعد بھی کوئی ناول لکھ ہی مارتا ہوں، اسی طرح چھ سو دو باتیں لکھ لینے کے بعد بھی نئے ناول کی دو باتیں لکھ ہی لیتا ہوں — لیکن آج یہ سوچ کا چکر زیادہ گہرا ہے — اور شاید میں اس سے نجات حاصل نہ کر سکوں — اور اب تو میں یہ سوچنے لگا ہوں کہ کہیں یہ سوچ مجھے تو نہیں سوچتی رہتی — ہے کوئی تک —

اشتیاق احمد

یکم اپریل ۱۹۹۵ء

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں ـــ
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا ـــ
- کل آپ کا کوئی ٹیسٹ یا امتحان تو نہیں ـــ
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا ـــ
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول ابھی میز پر رکھ دیجیے، پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیجیے، پھر ناول پڑھیے۔ شکریہ!

خادم:

اشتیاق احمد

غیر جاسوسی کام

خالد جاوری نے اس پیکٹ کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔

"یہ پیکٹ کیسا ہے؟" انہوں نے اپنی بیگم سے پوچھا۔

"بذریعہ ڈاک آیا ہے۔" بیگم نے بتایا۔

"اوہ اچھا!" یہ کہہ کر انہوں نے پیکٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا... پھر کچھ سوچ کر رک گئے۔

"کیا ہوا... کیا آپ اس کو کھول کر نہیں دیکھیں گے۔"

"نہیں... مجھے ڈر لگ رہا ہے... کہیں اس میں کوئی بم وغیرہ نہ ہو۔"

"تب پھر آپ جلد اس کا کوئی انتظام کریں۔"

"اوہ ہاں!" یہ کہہ کر انہوں نے فون کا ریسیور اٹھایا۔

تھوڑی دیر بعد وہاں بم سکواڈ کے آدمی موجود تھے... انہوں نے پیکٹ کو ایک بکس میں ڈالا اور چلے گئے... یہ بکس خاص قسم کی دھاتوں کا بنا ہوا تھا... بم اگر اس کے اندر پھٹتا تو یہ بکس بھی پھٹ سکتا تھا، لوگ محفوظ رہتے... ایک گھنٹے بعد ان کے فون کی گھنٹی بجی، وہ ...

انچارج دوسری طرف تھا۔

"ہاں! کیا تھا اس پیکٹ میں۔" وہ بولے۔

"آپ کا خیال درست نکلا... بم تھا... بہت مہلک... آپ کا پورا گھر اڑ جاتا۔"

"اف... اس کا مطلب ہے... کوئی مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔" خالد جاری نے یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا... عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو! خالد جاری بات کر رہا ہوں... فرمائیے... آپ کون ہیں۔"

"وہی جس نے پیکٹ میں بم بھیجا تھا۔"

"ہاں! آج کل تم بہت احتیاط کر رہے ہو... پہلے بھی اس قسم کے دو واقعات ہو چکے ہیں نا... ایک بار کھانے کی چیزوں کا پیکٹ تمہیں بھیجا تھا... اس میں زہر تھا... لیکن تم نے ان چیزوں کو ہاتھ نہ لگایا... اس طرح بال بال بچ گئے... پھر میں نے تمہاری گاڑی کے ٹائروں کے نٹ بالکل ڈھیلے کروائے... تم نے ان کو بھی چیک کرلیا... لیکن تم آخر کب تک بچ سکو گے... ایک نہ ایک دن میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔"

"آخر کیوں... میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔" خالد جاری نے جھلا کر کہا۔

"تمہاری موت سے مجھے بہت بڑا فائدہ پہنچے گا... لہٰذا تمہیں مرنا ہی ہوگا... اب میرے چوتھے وار کے لیے تیار رہو... میرا چوتھا وار آخری وار ہوگا اور تم اس سے کسی طرح بھی بچ نہیں سکو گے۔"

"نن... نہیں... مجھے میرا قصور بتادو... اور اگر تم میری موت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو وہ فائدہ میں تمہیں ایسے ہی پہنچا دیتا ہوں۔"

"ویسے ہی تم کس طرح فائدہ پہنچا دو گے۔"

"تمہیں میری موت سے کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"یہ کہ تمہاری تمام دولت اور جائیداد میرے ہاتھ آجائے گی۔"

"کیسے... مرنے کے بعد تو میری ساری دولت اور جائیداد میری بیوی کی ہوگی۔"

"تم ان باتوں کو نہیں جانتے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا... مارے الجھن کے ان کا برا حال ہوگیا... آخر کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے انسپکٹر جمشید کے نمبر ڈائل کیے... دوسری طرف سے فوراً ہی ریسیور اٹھایا گیا۔

"جی فرمائیے... آپ کو کس سے ملنا ہے۔"

"انسپکٹر جمشید صاحب ہیں۔"

"وہ پانچ بجے سے پہلے گھر نہیں آتے۔"

"میرا نام خالد جاری ہے... میں پانچ بجے فون کروں گا۔"

"جی اچھا!" دوسری طرف سے کہا گیا۔

خالد جاری نے ریسیور رکھا اور پھر دھک سے رہ گئے... ایک اور خوف ناک چیز پر ان کی نظریں چپک کر رہ گئی تھیں۔

☆○☆

اوٹ پٹانگ

"معلوم ہوتا ہے، کوئی کیس شروع ہونے کے لیے پر تول رہا ہے۔" فاروق نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"حد ہو گئی! اب کیس بھی پر تولنے لگے.... بے چارے پرندے تو گئے کام سے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"کیوں کام سے کس طرح گئے...." محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اب بے چارے پیدل ہو چلا کریں گے۔" فاروق مسکرایا۔

"یہ خالد جاری ہیں کون؟" فرزانہ بولی۔

"ہمت حرکت میں رہنے والے خالد۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب؟" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"مطلب ہی تو بتایا ہے جاری کا۔" فاروق نے کہا۔

"اب تم سے کون مغز مارے۔"

"تم دونوں کے علاوہ یہاں کوئی نظر تو آ نہیں رہا۔" فاروق نے ادھر ادھر دیکھا۔

"کیا بات ہے.... تم کہیں لڑنے کے لیے تو پر نہیں تول رہے۔"

"ہائیں امی جان! آپ نے بھی پر تولنے کا محاورہ بول دیا۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"کک.... کیوں.... کیا بات ہے۔" وہ بھی گھبرا گئیں۔

"ابھی ابھی میں نے بھی بول دیا تھا، بس یہ دونوں تو پڑ گئے میرے پیچھے ہاتھ دھو کر۔"

"بری بات ہے.... ہاتھ دھو کر پیچھے نہیں پڑنا چاہیے...." بیگم جمشید نے ان دونوں کو گھورا۔

"آپ بھی کمال کرتی ہیں امی جان۔"

"شکریہ!" وہ فوراً بولیں۔

"اور یہ آپ نے شکریہ کس بات کا ادا کیا؟"

"تم نے کہا نہیں.... میں کمال کرتی ہوں.... ویسے مجھے یہ نہیں معلوم.... تم نے میرے کون سے کمال کی بات کی ہے۔"

"اب آپ بھی ہمارے انداز میں باتیں کرنے لگیں۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"برا سا منہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا باتیں کرنے کا انداز اچھا نہیں ہے.... تو پھر اس کو بدل کیوں نہیں دیتے۔"

"آپ نے تو آج شاید ہمیں لاجواب کرنے کی ٹھان لی ہے۔"

"نہیں خیر.... میں نے ٹھانی وانی تو ہرگز نہیں.... میں تو یونہی درمیان

میں رک کر تم سے باتیں کرنے لگ گئی... ورنہ تمہارے ابا جان کے آنے
کا وقت ہو چلا ہے... اور مجھے چائے تیار کرنا ہے... لہٰذا میں تو چلی۔"

"شکریہ امی جان۔" تینوں ایک ساتھ بولے... اور ان کے چہرے پر
مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں تو ہم کیا کر رہے تھے۔"

"اوٹ پٹانگ کر رہے تھے... اس سے کہیں بہتر ہے کہ کوئی کام کی
بات کر لی جائے۔"

"کام کی بات یہی ہے کہ ابا جان کے آنے سے پہلے پہلے خالد جاری
کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔" محمود نے کہا۔

"ہاں! اس بات کی واقعی ضرورت ہے... ورنہ ابا جان ہمیں گھوریں
گے۔"

فرزانہ فوراً بولی۔

"ایک منٹ۔" محمود نے کہا اور اکرام کے نمبر ملائے۔

"السلام علیکم انکل... ابا جان ہیں یا چل پڑے ہیں۔"

"دفتر سے نکل چکے ہیں ابھی ابھی۔"

"ہوں... خالد جاری کون ہیں۔"

"کیا مطلب؟" اکرام زور سے چونکا۔

"میں نے پوچھا ہے... آپ کسی خالد جاری کو جانتے ہیں۔"

"انہیں کون نہیں جانتا۔"

"ہم... اسی لیے تو پوچھ رہے ہیں۔"

"آپ لوگ اور خالد جاری کو نہیں جانتے ہیں... بھئی اپنے ملک کے
سب سے بڑے ریاضی دان ہیں۔"

"اوہ... اوہ... یہ وہ ہیں... ہم سمجھے تھے کوئی اور ہوں گے۔"

"مطلب یہ کہ مشہور و معروف ریاضی دان کو تو آپ جانتے ہوں گے
نا۔"

"جی ہاں... کیوں نہیں... لیکن ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ وہ
ہوں گے۔"

"بات کیا ہے۔"

"انہوں نے فون کیا تھا... ابا جان سے کوئی بات کرنا چاہتے تھے... ہم
نے سوچا... شاید کوئی کیس شروع ہونے والا ہے... لہٰذا کیوں نہ پہلے ہی
ان کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔"

"بہت خوب! جاسوس ہوں تو ایسے... ارے بھئی... انہوں نے کسی
کام سے فون کیا ہوگا... ورنہ وہ کسی کیس میں کیوں الجھنے لگے... وہ تو بہت
شاندار آدمی ہیں... دنیا کے جھمیلوں سے الگ تھلگ رہنے والے... نہ ان
کا کسی سے کوئی جھگڑا، نہ لینا نہ دینا... نہ سیاست وغیرہ میں حصہ لیتے ہیں...
ملک میں کوئی بھی حکومت ہو... اپنے کام سے کام رکھتے ہیں... اور ان کا
کام ہے... ریاضی دانی۔"

"اصل میں بات پتا کیا ہے انکل اکرام۔" محمود نے مسکراتے ہوئے

کہا۔

"کیا ہے۔"

"جب کوئی ہمیں فون کرتا ہے نا تو ہمیں پتا چل جاتا ہے کہ وہ شخص پرسکون ہے یا بے چین... تو اس وقت جو ریاضی دان صاحب نے فون کیا تھا... ان کی آواز سے بہت گھبراہٹ ٹپک رہی تھی۔"

"اوہ اچھا... خیر، معلوم ہو ہی جائے گا... اور کچھ پوچھنا ہے۔"

"ہاں! ان کا پتا اور دوسری معلومات بھی درکار ہیں۔"

"کمال ہے... صرف ان کا فون آنے پر... ساری معلومات حاصل کرلینا چاہتے ہو۔" اکرام ہنسا۔

"جی ہاں بس... ایسی ہی بات ہے۔"

"اچھی بات ہے... تو سنو... ان کی ایک بیوی ہے اور دو بچے... ایک لڑکا' ایک لڑکی... لڑکا اور لڑکی چودہ اور سولہ سال کے ہیں... شہر کے ایک سرے پر ان کی کوٹھی ہے... کوٹھی بہت بڑی اور پرسکون جگہ پر واقع ہے۔ اس کے ایک طرف جھیل بنوائی گئی ہے... اور جھیل کے ساتھ ایک سبزہ زار ہے... جہاں دنیا کے خوب صورت پھول لہلہاتے ہیں۔"

"آپ تو شاعری کرنے لگے۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے... کیا شاعری بری چیز ہے۔"

"نہیں... لیکن اگر ایک حد کے اندر رہ کر کی جائے... اور داد کے لالچ کے بغیر کی جائے۔"

"میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا... میرا خیال ہے' میں نے تمام ضروری باتیں بتادی ہیں۔"

"شہر کے کون سے سرے پر ان کی کوٹھی واقع ہے۔"

"جنوبی سرے پر... یہ علاقہ علامہ ٹاؤن کہلاتا ہے۔"

"اوہ اچھا... اس طرف ایک دو بار جانا ہوا ہے... اب پانچ بجنے کو ہیں... اباجان آنے والے ہیں... لہٰذا آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

"ہمارا شکریہ آپ کس خوشی میں ادا کررہے ہیں۔"

"سوچ کر بتاؤں گا... اس وقت یاد نہیں آرہا۔" اس نے ہنس کر کہا' اور ریسیور رکھ دیا۔

"یہ اپنے انکل اکرام بھی کچھ کچھ ہمارے انداز میں باتیں کرنے لگے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

"چلو اچھا ہے... ایک سے دو بھلے۔" فاروق نے ہنس کر کہا۔

"لو اور سنو... کہہ رہے ہیں' ایک سے دو بھلے... حالانکہ کہنا چاہیے تین سے چار بھلے۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"چلو... یہ ہی سہی۔" فاروق جلدی سے بولا۔

"اب مسئلہ یہ ہے کہ پانچ بجنے والے ہیں... ادھر اباجان آئیں گے ادھر جناب خالد جاری صاحب کا فون آئے گا... ہمیں تو انھیں کچھ بتانے کی مہلت ہی نہیں ملے گی۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"انھیں فی الحال کچھ بتانے کی ضرورت نہیں... پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ

وہ کہتے کیا ہیں.... ہو سکتا ہے' انہیں کوئی غیر جاسوسی کام ہو ابا جان سے۔" محمود جلدی جلدی بولا۔

"ہاں! یہ بات بھی ہے.... لیکن میرا دل کہہ رہا ہے' معاملہ جاسوسی ہے۔" فاروق نے کہا۔

"چند منٹ بعد اس بات کا علم ہو جائے گا.... آپس میں لڑنے بھڑنے کی کیا ضرورت ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اپنی آنکھیں کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھاؤ۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"لیکن میری آنکھوں میں تو کوئی بھی خرابی نہیں ہے۔"

"تب پھر ہم تمہیں لڑتے بھڑتے کیوں نظر آ رہے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔"

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی.... ساتھ ہی ان کی نظریں گاڑی پر جا لگیں.... گھڑی ٹھیک پانچ بجا رہی تھی.... اندازہ انسپکٹر جمشید کا تھا' لیکن جونہی انہوں نے دروازہ کھولا' دھک سے رہ گئے۔

○☆○

کار میں

انسپکٹر جمشید دفتر سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھے.... ان کی سفید رنگ کی چھوٹی سی یہ کار دیکھنے میں عام کار تھی.... لیکن اس میں بے شمار خصوصیات تھیں.... ایک تو یہ کار بلٹ پروف تھی.... گولی اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی.... یہاں تک کہ اس کے شیشوں کو بھی کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی.... دوسرے یہ کہ ضرورت کے وقت ایک بٹن دبانے سے اس سے چاروں طرف گولیاں برسائی جا سکتی تھیں.... کسی دوسری کار سے ٹکرانے کی صورت میں اس کار کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا' البتہ دوسری کار کا حلیہ بگڑ جاتا تھا.... ایک خوبی یہ تھی کہ اس کے الٹنے کے امکانات بہت کم تھے.... ایک اور خوبی اس کی یہ تھی کہ اس کے پچھلے حصے سے سڑک پر تیل گرایا جا سکتا تھا' جس سے تعاقب کرنے والی گاڑیاں پھسل سکتی تھیں.... اس میں سے گیس بھی چھوڑی جا سکتی تھی.... جو دشمنوں کو بے ہوش کر دیتی تھی۔

یہ کار انہوں نے ابھی حال میں ہی بنوائی تھی.... اور اس کی ان

خصوصیات کے بارے میں بہت کم لوگوں کو معلوم تھا... جونہی وہ کار کے نزدیک پہنچے... حیرت زدہ رہ گئے... کار کی پچھلی سیٹ پر کوئی لیٹا ہوا تھا... اس کی آنکھیں بند تھیں... یوں جیسے گہری نیند سویا ہوا ہو' چند سیکنڈ تک وہ اسے دیکھتے رہے... انہیں حیرت اس بات پر زیادہ تھی کہ اس نے دروازہ کس طرح کھول لیا... کیونکہ اس میں انہوں نے تالے بھی خاص قسم کے لگوائے تھے... ان تالوں کو کسی دوسری چابی سے نہیں کھولا جا سکتا تھا۔

انہوں نے اسے جوں کا توں چھوڑا اور واپس دفتر کے دروازے تک پہنچے۔

"بھئی اکرام... ذرا میرے ساتھ آنا۔" انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"یس سر... خیر تو ہے... ابھی ابھی محمود صاحب کا فون بھی آیا تھا۔"

"اس نے کیا کہا ہے۔" وہ چونک کر بولے۔

"خالد جاری صاحب نے فون کیا تھا... وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

"او اچھا... لیکن اس سے پہلے تم میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اسے ساتھ لے کر کار کے پاس آ گئے... انہیں ایک اور جھٹکا لگا... اب کار میں وہ آدمی نہیں تھا' اور کار جوں کی توں کھڑی تھی۔

"ارے باپ رے... یار اکرام میری آنکھیں شاید دھوکا کھانے لگی

ہیں۔"

انہوں نے گھبرا کر کہا۔

"کیا ہوا سر۔" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"ابھی ابھی چند منٹ پہلے جب میں دفتر سے نکل کر کار کی طرف آیا تو میں نے اس کی پچھلی سیٹ پر کسی کو بیٹھے ہوئے دیکھا... اس کی آنکھیں بند تھیں... جیسے سو رہا ہو... اب تم ذرا غور کرو اس کار کا دروازہ اس نے کیسے کھول لیا۔"

"حیرت انگیز۔" اکرام دھک سے رہ گیا۔

"اور ادھر میں تمہیں بلانے گیا' ادھر وہ غائب ہو گیا۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی... یا تو وہ بالکل بے فکری سے لیٹا ہوا تھا یا غائب بھی ہو گیا' سوال یہ ہے کہ وہ چاہتا کیا تھا۔"

"پتا نہیں... بہرحال تم پہلے تو فنگر پرنٹ والوں کو بلاؤ... انگلیوں کے نشانات بھی چھوڑ گیا ہے یا نہیں۔"

"او ہاں... سر۔" اس نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

نشانات اٹھانے پر معلوم ہوا کہ اس نے اس قسم کی کوئی غلطی نہیں کی... کار پر سے صرف ان کی انگلیوں کے نشانات مل سکے... یا پھر کار کی صفائی کرنے والے کے نشانات پائے گئے۔

"اب کیا ہو سکتے اکرام۔"

"سر! آپ نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔"

"نہیں.... منہ سیٹ میں دھنسا ہوا تھا.... قدرے الٹا لیٹا ہوا تھا۔"

"عجیب بات ہے...." اکرام بڑبڑایا۔

"کار پارک کرکے چوکیدار کو بلاؤ.... یوں بات نہیں بنے گی۔"

جلد ہی چوکیدار ان کے سامنے کھڑا تھا.... اس کا رنگ اڑا ہوا تھا

"کار پارک میں آج کوئی ایسا شخص داخل ہوا تھا.... جو کار پر نہیں.... پیدل تھا۔"

"نہیں سر.... ایسے کسی آدمی کو آپ کی ہدایت کے مطابق میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیتا۔"

"لیکن آج ایسا ہوا ہے۔" وہ سرد آواز میں بولے۔

"نہیں سر.... آج بھی ایسا نہیں ہوا۔" اس نے کہا۔

"کیا کہتے ہو.... میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

"کیا دیکھا ہے سر...." وہ دھک سے رہ گیا۔

"یہ کہ.... میری کار میں کوئی لیٹا ہوا تھا۔"

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے سر۔"

"اس بات کا تو ہم جائزہ لے رہے ہیں.... کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے.... اچھا آپ بتائیں.... اس پارک میں صدر دروازے کو چھوڑ کر کسی اور طرف سے کوئی اندر آ سکتا ہے۔"

"دیوار پھاند کر آ سکتا ہے.... دیواریں اتنی اونچی نہیں ہیں.... لیکن کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے سر۔"

"جی نہیں.... ضرورت تو خیر کسی کو کوئی ہوگی.... تبھی وہ آیا تھا.... اکرام.... چار دیواری کا جائزہ لو.... سیڑھی کی مدد کے ذریعے.... کیا کسی جگہ سے اس دیوار پر چڑھا جا سکتا تھا۔"

"اوکے سر.... میں ابھی دیکھ کر بتاتا ہوں۔"

اکرام یہ کہہ کر چلا گیا.... اس نے پوری چار دیواری کا چکر لگایا.... آخر ان کے پاس لوٹ آیا۔

"سیڑھی کی مدد کے بغیر ایک جگہ سے دیوار پر چڑھنا بہت آسان ہے سر.... ایک درخت کی ایک موٹی شاخ دیوار تک چلی گئی ہے۔"

"اور دوسری طرف سے وہ کیسے آیا ہوگا دیوار پر۔"

"اس طرف اس نے چند اینٹیں ایک دوسرے کے اوپر رکھی تھیں.... ان پر چڑھ کر اس نے دیوار کے کنارے کو پکڑا تھا.... میں دیکھ آیا ہوں۔"

"اور کیا ایسا کرتے ہوئے اسے کسی نے نہیں دیکھا ہوگا۔"

"جس جگہ اس نے اینٹیں رکھیں.... وہ ایک بند گلی ہے.... اور اس طرف کسی کا آنا جانا نہیں.... پارک کا پچھلا حصہ اس کے ساتھ ملا ہوا ہے.... مطلب یہ کہ وہ اس گلی میں داخل ہوا.... اینٹیں رکھیں اور دیوار پر چڑھ کر اس طرف آ گیا.... پھر واپس جانے کے لیے درخت کی شاخ کا سہارا لیا۔"

"ہاں جناب.... وہ درخت بھی اس گلی کے پاس ہی ہے.... اسے دیوار پر چڑھنا بھی نہیں پڑا۔"

"چلو! یہ تو معلوم ہو گیا کہ وہ کیسے کار تک آیا... لیکن ایسا کرنے سے اس کا مقصد کیا تھا... اور کار کا دروازہ اس نے کیسے کھولا... ان باتوں کا جواب نہیں مل سکا۔"

"معاملہ واقعی بہت پراسرار ہے سر... اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔"

"میں آج اس کار سے سفر نہیں کروں گا... کسی ماہر کاریگر سے اسے چیک کرالو... بلکہ آلات کی مدد سے یہ بھی چیک کراؤ کہ وہ اس میں کوئی آلہ تو فٹ نہیں کر گیا... کوئی بم تو نہیں رکھ گیا۔"

"بالکل ٹھیک ہے سر! میں بھی یہی کہنے والا تھا۔" اکرام نے خوش ہو کر کہا۔

پھر ان کی موجودگی میں ہی ماہرین بلائے گئے... ایسے میں انہیں محمود فاروق اور فرزانہ کا خیال آیا۔

"ارے ہاں اکرام... وہ خالد جاری صاحب والی کیا بات تھی... میں اس وقت دھیان نہیں دے سکا تھا۔"

"خالد جاری نے گھر فون کیا تھا... ادھر سے محمود نے فون کیا ہے... وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں... شاید کسی مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے... میں ذرا ان سے بات کر لوں۔"

یہ کہہ کر وہ دفتر کی طرف مڑ گئے... اپنی کرسی پر بیٹھ کر انہوں گھر کے نمبر ڈائل کیے' دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی... لیکن کئی گھنٹیاں ہونے کے باوجود گھر سے کسی نے ریسیور نہ اٹھایا' ان کی پیشانی پر بل

پڑ گئے... ریسیور رکھ کر وہ باہر کی طرف دوڑے... باہر اکرام کی جیپ تیار کھڑی تھی... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... گھر کی طرف روانہ ہو گئے' ایسے میں ان کی نظر اپنے آگے جانے والی کار پر پڑی... اس کی پچھلی سیٹ پر انہیں بالکل اسی لباس میں ایک آدمی نظر آیا... جس لباس میں کوئی ان کی کار کی پچھلی سیٹ پر لیٹا ہوا تھا... ایک بار پھر ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے بھئی۔" وہ اپنے آپ سے بولے۔

"پتا نہیں کیا ہو رہا ہے... خدا خیر کرے۔" انہوں نے خود ہی جواب دیا۔

عین اس لمحے اگلی کار ایک طرف مڑ گئی... ان کے ذہن سے محمود' فاروق' فرزانہ اور بیگم کا خیال بالکل نکل گیا... انہوں نے بھی کار اسی طرف موڑ لی... اگلی کار زیادہ رفتار سے نہیں جا رہی تھی... لہٰذا تعاقب میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی... ایسے میں انہیں خیال آیا... انہیں گھر ایک بار پھر فون کر کے دیکھنا چاہیے... اس خیال کے آتے ہی انہوں نے گھر کے نمبر ڈائل کیے' لیکن دوسری طرف سے کسی نے ریسیور نہ اٹھایا... ان کی پریشانی میں اضافہ ہونے لگا... ایسے میں اگلی کار نے ایک اور موڑ موڑا۔ جلد ہی انہیں ایک احساس ہوا... یہ کہ اگلی کار ان کا وقت ضائع کر رہی ہے... یعنی اگلی کار والا شخص ان کا وقت برباد کرنے کے چکر میں ہے۔ اس خیال کے فوراً بعد انہوں نے کار یک لخت آہستہ کر لی۔ پھر اس کو تیزی سے موڑا اور گھر کی طرف چل پڑے... چند منٹ تک اسی طرح چلنے

رہنے کے بعد انھیں ایک اور جھٹکا لگا... آگے ٹریفک جام تھی' اور گاڑیوں کی ایک بہت لمبی قطار سڑک پر لگ گئی تھی۔

"اف مالک! یہ کیا ہو رہا ہے۔" وہ جیپ سے اتر کر پیدل آگے بڑھے... معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑا ٹرک خراب ہو گیا ہے اور خراب ہونے سے پہلے وہ ترچھا ہو گیا تھا... اس کی وجہ سے دونوں طرف کی ٹریفک رک گئی تھی... اور فی الحال ٹریفک کھلنے کے کوئی آثار نہیں تھے' کیونکہ ٹرک کی خرابی دور ہونے میں وقت لگتا تھا... وہ واپس پلٹے... ایک ماتحت کو اس جگہ پہنچنے کی ہدایت کی اور خود پیدل چلنے لگے... یہاں تک کہ جس جگہ ٹرک پھنسا ہوا تھا... اس جگہ سے آگے نکل گئے... پھر انھوں نے ایک درمیانی سڑک عبور کی اور دوسری بڑی سڑک پر نکل آئے... ایک ٹیکسی کھڑی نظر آئی تو بے ساختہ اس کی طرف بڑھے... پھر کچھ سوچ کر رک گئے... یہ ٹیکسی بھی تو جال کا حصہ ہو سکتی تھی... لہٰذا وہ کچھ آگے جا کر کھڑے ہو گئے... ان کے سامنے سے جب کئی ٹیکسیاں گزر گئیں تو ایک کو رکنے کے لیے انھوں نے اشارہ کیا۔ ٹیکسی رک گئی... اس میں بیٹھ کر انھوں نے گھر کا پتا بتایا اور ٹیکسی روانہ ہو گئی' ان کا ذہن اب بہت تیزی سے کام کر رہا تھا... ان کے خیال کے مطابق ان کے اور ان کے گھر کے اردگرد سازش کا جال بہت مہارت سے بنا گیا تھا' جال بننے والا کوئی معمولی آدمی نہیں تھا... فی الحال ایک بات واضح ہو سکی تھی اور وہ یہ کہ وہ نا معلوم آدمی چاہتا تھا... وہ جلد گھر نہ پہنچنے پائیں۔

اس کی خواہش کے عین مطابق دیر تو انھیں پہلے ہی بہت ہو چکی تھی کیونکہ اس وقت ساڑھے پانچ بج رہے تھے... گویا آدھ گھنٹہ لیٹ ہو چکے تھے... ان کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا... آخر وہ گھر کے سامنے پہنچ گئے... ایک اور حیرت ان کے لیے تیار تھی... گھر کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا... ان کی سٹی گم ہو گئی... وہ تیزی سے بیگم شیرازی کے گھر کے سامنے پہنچے... وہاں بھی انھیں تالا لگا نظر آیا' اب تو انھیں چکر آ گیا۔ انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' پائیں باغ میں پہنچے... ایک درخت پر چڑھے اور اس کی شاخ کے ذریعے اپنے گھر کی چھت پر پہنچے... زینہ بھی بند تھا... انھوں نے منڈیر پر جھک کر نیچے دیکھا... اور پھر ان کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

گھر کے صحن میں خون پھیلا ہوا تھا... اب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا... وہ اس راستے سے واپس نیچے گئے اور دروازے کو زبردست ٹھوکر ماری... تیسری ٹکر میں دروازہ دوسری طرف جا گرا' وہ بے تابانہ انداز میں اندر داخل ہو گئے... ایک ہی نظر میں انھوں نے جان لیا کہ ان کے گھر کے افراد کو اغوا کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں کافی جدوجہد کی گئی ہے... ظاہر ہے وہ آسانی سے تو قابو میں نہیں آئے ہوں گے۔ انھوں نے اسی وقت اکرام کو فون کیا۔

"ہیلو اکرام... ماہرین لے کر فوراً میرے گھر آجاؤ۔"

"جی کیا مطلب... خیر تو ہے۔"

"لگتی تو نہیں۔۔۔ خدا جانے ہے یا نہیں۔۔۔ بس تم آجاؤ۔"

"جی بہتر! میں آرہا ہوں۔" اس نے کہا۔

ریسیور رکھ کر وہ بغور گھر کا جائزہ لینے لگے۔۔۔ جب تک انہیں کوئی سراغ نہ مل جاتا وہ اغوا کرنے والوں کے تعاقب میں نہیں جا سکتے تھے۔۔۔ سراغ ملنے کے بعد ان کا کام آسان ہوتا۔۔۔ اچانک انہیں فرش پر ایک چھوٹی سی چیز پڑی نظر آئی۔۔۔ وہ تیزی سے جھکے اور پھر اٹھاتے اٹھاتے رک گئے۔۔۔ اس چیز پر سے انگلی کا کوئی نشان مل سکتا تھا۔۔۔ وہ سیاہ رنگ کا ایک بٹن تھا۔۔۔ کوٹ کا بٹن۔۔۔ شاید وہ جدوجہد کے دوران کوٹ سے الگ ہو گیا تھا۔۔۔ نہ جانے کیوں انہیں خطرے کا احساس ہونے لگا۔۔۔ انہیں یوں لگا جیسے وہ اپنے ہی گھر میں خطرے میں گھرنے والے ہوں۔۔۔ انہوں نے جلدی جلدی ادھر ادھر دیکھا۔۔۔ لیکن وہاں کوئی بھی نظر نہ آیا جب کہ انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ انہیں بدستور کوئی گھور رہا ہے۔۔۔ آخر دروازے کی گھنٹی بجی۔۔۔ اس سے پہلے وہ پولیس کی گاڑیوں کی آوازیں سن چکے تھے، ایک منٹ بعد اکرام اندر داخل ہوا اور دھک سے رہ گیا۔

"اف مالک! یہ یہاں کیا ہوا ہے۔"

"شاید بہت زبردست جنگ۔۔۔ اور اس کے بعد آخرکار انہیں اغوا کر لیا گیا۔"

"تب پھر اغوا کرنے والے بہت زیادہ ہوں گے اور انہوں نے اچانک حملہ کیا ہوگا۔"

"پتا نہیں۔۔۔ کیا ہوا اور کیسے ہوا۔۔۔ ان سے ملاقات ہوگی تو پتا چلے گا۔۔۔ اچھا اکرام تم یہاں کے ایک ایک انچ کا جائزہ لو۔۔۔ نشانات اٹھواؤ۔۔۔ اور جو نشانات ملیں انہیں ریکارڈ میں موجود نشانات سے ملاؤ۔۔۔ ہو سکتا ہے۔۔۔ اس طرح کوئی سراغ مل جائے۔۔۔ کیا خیال ہے۔"

"یس سر۔۔۔" اس نے فوراً کہا۔

"اور میں ذرا خالد جاری صاحب کے گھر ہو آتا ہوں۔۔۔ ان کے بارے میں بھی تو پتا چلے۔۔۔ کہ کیا معاملہ ہے۔"

"یس سر۔۔۔ آپ ضرور وہاں ہو آئیں۔۔۔ میں یہاں کا کام مکمل کرا کے ہی دفتر جاؤں گا۔"

"بالکل ٹھیک۔۔۔ اور اگر کوئی سراغ مل جائے تو مجھے فون ضرور کرنا ہوگا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔" اس نے فوراً کہا۔

انسپکٹر جمشید وہاں سے نکل کر بلا کی رفتار سے خالد جاری کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے۔۔۔ اندھا دھند رفتار کی وجہ سے ان کی جیپ اچھل رہی تھی۔۔۔ مجرم نے انہیں کیس کے شروع میں ہی ان کی کار میں سفر کرنے سے روک دیا تھا۔۔۔ اور اب وہ جیپ میں سفر کر رہے تھے۔

آخر وہ خالد جاری کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے۔۔۔ یہاں ہر طرف سکون نظر آ رہا تھا۔۔۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔۔۔ وہ جیپ سے اتر کر دھک دھک کرتے دل کے ساتھ آگے بڑھے۔۔۔ دروازے پر ہاتھ کا دباؤ ڈالا تو وہ

کھلتا چلا گیا... انہوں نے گھنٹی کا بٹن دبایا... اور پھر اندر داخل ہو گئے... آپ انتظار کرنے کی ان میں ہمت نہیں تھی... اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے جان لیا کہ گڑبڑ ہو چکی ہے... کیونکہ اندر موت کا سناٹا تھا۔

وہ اور آگے بڑھے... یہاں بھی ہر طرف خون پھیلا ہوا تھا... بے شمار چیزیں الٹ پلٹ پڑی تھیں... گویا خوب ہنگامہ ہوا تھا... ان کی حیرت بڑھ گئی... پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔

اب انہوں نے اکرام کو فون کیا... وہ گھر پر ہی مل گیا۔

"یار اکرام... اب تم دفتر جانے سے پہلے ادھر آجانا۔"

"آپ کا مطلب ہے... خالد جاری کی کوٹھی کی طرف۔"

"ہاں!" وہ بولے۔

"کیوں سر... کیا ادھر بھی کوئی گڑبڑ ہے۔"

"بالکل ویسی ہی گڑبڑ... جیسی ہمارے گھر میں ہے... ادھر بھی اندر کوئی نہیں ہے اور خون پھیلا ہوا ہے۔"

"ارے باپ رے... آخر یہ ہو کیا رہا ہے۔"

"جو لوگ میری کار میں داخل ہو کر آرام کر سکتے ہیں... اور پھر چند منٹ میں غائب ہو سکتے ہیں... وہ معمولی مجرم نہیں ہیں... اس بار ہمارا واسطہ خاص مجرم یا مجرموں سے لگتا ہے۔"

"شکریہ! کیا اس طرف کام مکمل ہو گیا ہے۔"

"جی ہاں! قریب قریب مکمل ہو چکا ہے۔"

"ٹھیک ہے... تم۔"

ان کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔

"ہیلو سر... کیا بات ہے... جواب دیجئے سر۔"

اکرام نے گھبرا کر کہا... لیکن پھر دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا... اب تو اکرام کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

☆○☆

تو پھر چلیے

آئی جی شیخ نثار احمد نے اکرام کو فکر مند نظروں سے دیکھا اور بولے۔

"تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"اسی لیے تو آپ کے پاس آیا ہوں سر... آخر میں اب کیا کروں... انسپکٹر جمشید صاحب بیوی بچوں سمیت غائب ہیں... خالد جاری اور ان کی بیگم بھی غائب ہیں' ان کے دونوں بچے بھی غائب ہیں۔"

"گھبرانے اور پریشان ہونے سے تو کچھ ہوگا نہیں اکرام... ٹھنڈے دل و دماغ سے کام کرنا ہوگا... انسپکٹر جمشید کے گھر سے انگلیوں کے نشانات ملے یا نہیں۔"

"بالکل ملے ہیں سر۔"

"اور خالد جاری کی کوٹھی سے۔"

"وہاں سے بھی ملے ہیں۔" اس نے کہا۔

"تو کیا ان میں سے کوئی نشان ہمارے پاس موجود ریکارڈ سے نہیں ملتا۔"

"جی نہیں ملتا' یہی تو مشکل ہے... ورنہ اب تک میں بہت کچھ کر چکا ہوتا۔"

"اس کا مطلب جانتے ہو اکرام۔"

"جی... کس کا مطلب؟"

"یہ کوئی بالکل نیا گروہ ہے... کام کرنے کا انداز بھی بہت انوکھا ہے۔"

ذرا سوچو... اس پراسرار آدمی کو انسپکٹر جمشید کی کار میں آکر لیٹ جانے کی کیا تک تھی... کیا ضرورت تھی... صرف اور صرف یہ کہ وہ بتا دینا چاہتا تھا کہ وہ ہمیں انگلیوں پر نچا سکتا ہے... اسی لیے تو اتنے اطمینان سے کار میں لیٹا تھا... پھر اس نے یا اس کے گروہ نے انسپکٹر جمشید کے گھر میں کارروائی کی... خالد جاری کے گھر میں کارروائی کی... اور اب پورے دو گھرانے غائب ہیں... ان کا کوئی سراغ نہیں... ان حالات میں میرا مشورہ یہی ہے کہ تم انسپکٹر کامران مرزا کو بلالو... شوکی برادرز کو بلالو۔"

"او کے سر... مجھے کوئی اعتراض نہیں..." اکرام نے خوش ہو کر کہا۔

"ابھی فون کرو انہیں۔" وہ بولے۔

اکرام نے پہلے انسپکٹر کامران مرزا کے گھر کے نمبر ڈائل کیے... دوسری طرف سے شہناز بیگم کی آواز سنائی دی۔

"بھائی صاحب! یہ میں ہوں اکرام۔"

"او اکرام خیر تو ہے... آواز میں گھبراہٹ ہے... معلوم ہوتا ہے

جمشید بھائی اور ان کے بچے کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔"

"آپ کا جاسوسی اندازہ بالکل درست ہے۔" اکرام مسکرایا۔

"لیکن بھئی مجھے افسوس ہے۔" وہ بولیں۔

"آپ کو افسوس کس بات پر ہے۔"

"اس بات پر کہ انسپکٹر صاحب اور بچے شہر میں نہیں ہیں.... نامعلوم مہم پر نکلے ہوئے ہیں۔"

"اوہ! یہ تو آپ نے بہت خوفناک خبر سنائی.... خیر جونہی وہ آئیں.... ا... سے کہئے گا.... وہ ادھر فون کریں۔"

"ضرور.... کیوں نہیں۔"

ریسیور رکھ کر اکرام نے ان کی طرف دیکھا۔

"اب شوکی برادرز کو فون کروں۔"

"ہاں بھئی! وہ بھی کم نہیں ہیں۔" شیخ صاحب مسکرائے۔

اکرام نے شوکی برادرز کے نمبر ملائے' ان کی والدہ کی دھاڑتی آ... سنائی دی۔

"ہالو.... کیا بات ہے۔"

"اکرام بات کر رہا ہوں.... دارالحکومت سے۔"

"ارے باپ رے...." وہ گھبرا گئیں۔

"اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔" اکرام نے گھبرا کر کہا۔

"پتا نہیں.... بات کیا ہے۔"

"شوکی سے بات کرائیں۔"

"نہیں کرا سکتی.... اس لیے کہ وہ گھر میں نہیں ہیں.... کوئی نامعلوم ...ی انہیں بلا کر لے گیا تھا.... تین دن ہو گئے.... لوٹ کر نہیں آئے۔"

"اوہ! اور آپ نے ان کی تلاش کے سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔" اکرام ...ے گھبرا کر کہا۔

"کیا ضرورت ہے کچھ کرنے کی' یہ تو ان کا معمول ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں.... اچھا جونہی وہ آئیں.... میرا پیغام انہیں دیجئے ...گا۔"

یہ کہ وہ ادھر فون کریں۔

"اچھی بات ہے.... فون کا خرچ کون ادا کرے گا۔" وہ بولیں۔

"ہم ادا کریں گے.... آپ فکر نہ کریں۔"

"فکر تو خیر میں ویسے بھی نہیں کرتی۔"

اور اکرام نے مسکراتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔

"اب کیا کیا جائے.... وہ دونوں پارٹیاں بھی غائب ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے اکرام.... یہ جال یہاں سے وہاں تک پھیلایا گیا ہے.... ان لوگوں کو پہلے ہی ادھر ادھر کر دیا گیا ہے.... تاکہ وہ ادھر نہ آسکیں۔"

"سوال یہ ہے سر.... کہ یہ لوگ چاہتے کیا ہیں۔"

"بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں.... آؤ میں تمہارے ساتھ خالد جاری کی

کوٹھی تک چلتا ہوں... شاید ہم کوئی سراغ پالیں۔"

"میں پوری کوشش کرچکا ہوں سر... ان لوگوں نے تو بیگم شیرازی تک کو نہیں چھوڑا... تاکہ وہ انہیں کچھ بتا نہ سکیں۔" اس نے منہ بنایا۔

"پھر بھی ایک بار اور کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔"

"چلیے سر..." اس نے کہا۔

دونوں چند ماتحتوں کے ساتھ خالد جاری کی کوٹھی میں داخل ہوئے... ہر چیز ابھی تک اسی حالت میں تھی۔

"خون کی رپورٹ مل گئی ہے اکرام۔"

"ملنے ہی والی ہے سر۔"

"فون کرکے معلوم کرو... پتا تو چلے خون کس کا گرا ہے... کیا خالد جاری اور ان کے گھر کے افراد کا یا دشمنوں کا' اور انسپکٹر جمشید اور ان کے گھر والوں کا یا دشمنوں کا۔"

"اوکے سر۔" اس نے کہا اور لیبارٹری کے نمبر ملائے... دوسری طرف کی رپورٹ سن کر اکرام دھک سے رہ گیا... ساتھ ہی اس کے چہرے پر رونق بھی آگئی۔

"سر... دونوں جگہ پایا جانے والا خون انسانی ہے ہی نہیں۔"

"کیا مطلب..." وہ چونکے۔

"مطلب یہ کہ خون جانوروں کا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' اغوا کا ڈراما رچایا گیا ہے۔" آئی جی بولے۔

"جی کیا مطلب... اغوا تو کیا گیا ہے انہیں۔"

"اغوا کیا گیا ہے... لیکن ان لوگوں کا خون نہیں بہا۔ زخمی نہیں ہوئے... بس یہ ظاہر کیا گیا ہے جیسے بہت زبردست ہنگامہ ہوا ہے... اور خون خرابہ ہوا ہے... سوال یہ ہے اکرام کہ انہیں یہ ڈراما کرنے کی کیا ضرورت تھی... خون ادھر ادھر گرائے بغیر اگر وہ انہیں اغوا کرکے لے جاتے... چیزیں بھی الٹ پلٹ نہ کرتے تو اس سے کیا فرق پڑتا... سوچنے کی بات یہ ہے۔"

"فی الحال تو اس بات کا کوئی جواب مجھے نہیں سوجھ رہا سر۔" اکرام نے پریشان ہو کر کہا۔

"کوئی پروا نہ کرو... سوال نوٹ کرلو... بعد میں غور کریں گے... دراصل انسپکٹر جمشید کی وجہ سے ہم لوگوں کی سوچنے کی عادت ہی ختم ہوگئی ہے... سارا بوجھ ہم لوگ ان پر ڈال دیتے ہیں۔"

"ہاں سر... یہ بات بھی ہے..." اکرام نے کہا اور سوال نوٹ کرلیا۔

دونوں بہت دیر تک ٹکر مارتے رہے... لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے... پھر وہ انسپکٹر جمشید کے گھر میں بھی گئے... وہاں بھی کچھ نہ بنا... بیگم شیرازی کے گھر کی بھی تلاشی لی گئی... آخر تھک ہار کر آئی جی صاحب بولے۔

"آؤ چلیں اکرام... یہ کام ہمارے بس کا نہیں... وہ خود ہی نمٹ لیں گے۔"

"بہت تو تب لیں گے سر... اگر وہ دشمن کی قید میں نہ ہوتے... اور اس وقت تک کے حالات سے یہی ظاہر ہے کہ وہ دشمن کے قبضے میں ہیں۔"

"یہ چکر خالد جاری سے تعلق رکھتا ہے... اوہ... ہمیں پروفیسر داؤد اور خان رحمان سے مدد لینی چاہیے یا... کم از کم پروفیسر داؤد خالد جاری کے بارے میں ضرور کچھ بتا سکتے ہیں۔"

"ویری گڈ سر... آئیے... ابھی چلتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔"

دونوں پہلے خان رحمان کے گھر پہنچے... اکرام نے گھنٹی بجائی تو دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی... پھر دروازہ کھلا اور ظہور کی شکل دکھائی دی۔ اس نے ان کی طرف اچھی طرح دیکھا بھی نہیں، بس گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"جلدی بتائیے جناب! آپ کون ہیں... کیا ہیں... کیوں ہیں... اس لیے کہ صاحب کا سوٹ جل جائے گا... اور میری شامت آجائے گی۔"

"تو پہلے سوٹ پر سے استری اٹھالیں جا کر۔" آئی جی صاحب نے جھلا کر کہا۔

"ارے! یہ آواز تو جانی پہچانی لگتی ہے۔" اب اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا... پھر گھبرا کر کہا۔

"ارے باپ رے... یہ تو آئی جی اکرام اور سب انسپکٹر شیخ نثار احمد

صاحب ہیں۔"

یہ کہ کر اس نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی... جلد ہی خان رحمان اسے کان سے پکڑ کر دروازے کی طرف آتے نظر آئے۔

"ارے ارے! یہ کیا بھئی خان صاحب... آپ نے اس کا کان کیوں پکڑ لیا۔"

"نالائق آپ کو اندر تو لے کر آیا نہیں... اور میرے پاس دوڑا آیا۔"

"کوئی بات نہیں چھوڑ دیں..." آئی جی ہنسے۔

"آپ کہتے ہیں تو چھوڑ دیتا ہوں... ورنہ یہ اس قابل ہے نہیں۔"

اب وہ انھیں اندر لے آئے۔

"بیٹھنے کا وقت نہیں ہے خان صاحب... انسپکٹر جمشید گھر کے افراد سمیت غائب ہیں... یہاں تک کہ بیگم شیرازی بھی غائب ہیں اور ان کے ساتھ خالد جاری مشہور و معروف ریاضی دان غائب ہیں... ہم فوری طور پر پروفیسر صاحب کی طرف جا رہے ہیں۔"

"تو پھر چلیے... ظہور تم سے میں آ کر سمجھوں گا۔"

"لیکن مجھے تو آپ شیخ صاحب کے کہنے پر چھوڑ چکے ہیں۔" ظہور نے گھبرا کر کہا۔

"اس وقت کے بعد جو غلطیاں تم کرو گے... ان کی معافی شیخ صاحب نے نہیں دلوائی۔" خان رحمان نے آنکھیں نکالیں اور باہر کی طرف چل

پڑے۔

"شیخ صاحب اور اکرام مسکرائے بغیر نہ رہ سکے.... اور پھر وہ تجربہ گاہ پہنچ گئے۔" پروفیسر داؤد نے انہیں دیکھتے ہی کہا۔

"خیریت نظر نہیں آتی۔"

"آپ بھی جاسوس بنتے جا رہے ہیں۔" آئی جی مسکرائے۔

"انسپکٹر جمشید کی صحبت جاسوسی نہیں تو اور کیا سکھائے گی۔" وہ مسکرائے۔

وہ آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

"معاملہ بہت سنگین ہے۔" آئی جی صاحب نے کہنا شروع کیا۔

"ظاہر ہے.... سنگین نہ ہوتا تو آپ کیوں آتے.... لیکن جمشید کہاں ہیں۔"

"اسی کا تو مسئلہ ہے۔"

"جمشید کا مسئلہ.... کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

انہوں نے ساری بات بتادی۔

"حیرت ہے.... آخر ساتھ میں بیگم شیرازی کو کیوں اغوا کیا گیا ہے۔" پروفیسر داؤد بڑبڑائے۔

"یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی۔"

"پھر اب کیا کرنا ہے۔"

"آپ کو لے کر خالد جاری کی کوٹھی چلنا ہے.... وہ ریاضی دان ہیں....

ریاضی دان اور سائنس دان ایک دوسرے کو زیادہ سمجھ سکتے ہیں.... ہو سکتا ہے.... آپ کے ذریعے کوئی سراغ مل جائے۔"

"کمال ہے.... اب میں سراغ لگا کر دوں گا۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اور نہیں تو کیا!" آئی جی مسکرائے۔

"اچھی بات ہے.... تو پھر چلئے۔"

وہ سب تجربہ گاہ سے نکلے ہی تھے کہ دھک سے رہ گئے۔

☆○☆

اوہ!!!

باہر آئی جی صاحب کی گاڑی پر ایک ہاتھ کا لکھا ہوا پوسٹر لگا ہوا تھا۔ اس پر بھونڈے الفاظ میں لکھا تھا۔

"ادھر ادھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں... اگر سب لوگوں کو زندہ سلامت دیکھنا چاہتے ہیں تو شمالی پہاڑیوں میں آجائیں' اگر فورس لے کر آئیں گے تو ایک فرد بھی زندہ نہیں مل سکے گا۔"

یہ تحریر پڑھ کر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"یہ... یہ کیا بات ہوئی۔"

"ہم سے غلطی ہوئی... ہم میں سے کسی ایک کو باہر ٹھہرنا چاہیے تھا... یا پھر ہم ڈرائیور کو ساتھ لائے ہوتے... اس کا مطلب ہے... ہمارا برابر تعاقب کیا جارہا ہے... مجرم ہم پر نظر رکھے ہوئے ہیں... ادھر ہمارے ساتھی اس کے قبضے میں ہیں... یہاں تک کہ انسپکٹر جمشید بھی... سب سے زیادہ حیرت مجھے اسی بات پر ہے... آخر انسپکٹر جمشید اس کے قبضے میں کس طرح آگئے۔"

"یہی تو دیکھنا ہے۔"

"تو پھر... کیا اب ہمیں مجرم کی ہدایت پر عمل کرنا ہوگا۔"

"اور ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"لیکن ہم عملے کو خبردار کر کے تو جا سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے... یونہی سہی۔"

آئی جی صاحب نے عملے کو ہدایات دیں اور پھر وہ سب شمالی پہاڑیوں کی طرف روانہ ہوگئے... پہاڑیاں شروع ہونے پر انہوں نے گاڑیاں چھوڑ دیں اور پیدل آگے بڑھے... انہیں کافی دیر تک چلنا پڑا... اس وقت سورج غروب ہونے کے قریب تھا اور انہیں یہ بھی فکر تھی کہ اندھیرا ہونے تک اگر وہ ان لوگوں تک نہ پہنچ سکے تو اور مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ اور تیز تیز قدم اٹھانے لگے۔

ایسے میں انہیں ایک کپڑا دور سے لہراتا نظر آیا۔

"ہو نہ ہو... ہمیں وہاں جانا ہے۔"

"مطلب یہ کہ وہ یہیں چھپے ہوئے ہیں۔"

"تو... دیکھا جائے گا۔" آئی جی صاحب بے فکر ہو کر بولے۔

وہ چلتے رہے' یہاں تک کہ اس کپڑے تک پہنچ گئے' کپڑا ایک پتھر کے نیچے دبایا گیا تھا اور اسی پتھر کے نیچے ایک کاغذ دبا نظر آیا۔

انہوں نے کاغذ نکالا... اس پر لکھا ہوا تھا۔

"آپ لوگ عملے کو خبردار کر کے آئے ہیں... لہٰذا ہماری کوئی ملاقات

نہیں ہو گی.... اب جنوبی پہاڑیوں میں آجائیں.... وہاں ملاقات ہو گی.... لیکن اگر اس جگہ کوئی اشارہ چھوڑا گیا تو پھر وہاں بھی ملاقات نہیں ہو گی.... اور تم لوگوں کے ساتھی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

وہ یہ تحریر پڑھ کر ساکت رہ گئے.... اس کا مطلب تھا' ان کی ہر حرکت مجرم کو نظر آ رہی تھی۔

"آخر وہ کون ہے؟" آئی جی صاحب چلائے۔

"افسوس! ابھی تک ہم کوئی اندازہ نہیں لگا سکے۔" اکرام نے منہ بنایا۔

"کوئی بات نہیں! اب ہم جنوبی پہاڑیوں کی طرف جائیں گے اور اس مرتبہ کسی سے بھی کوئی ذکر نہیں کریں گے.... اب دیکھنا یہ ہے کہ اسے کیا معلوم ہوتا ہے اور کیسے معلوم ہوتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔"

وہ اسی وقت جنوبی پہاڑیوں کی طرف روانہ ہو گئے.... پہاڑیوں کے نزدیک پہنچ کر انہیں گاڑیوں سے اترنا پڑا.... آدھ گھنٹے تک وہ پہاڑیوں پر چڑھتے رہے.... اب تاریکی پھیل گئی تھی اور ان کے لیے آگے بڑھنا مشکل ہو رہا تھا' خاص طور پر پروفیسر داؤد کے لیے.... یہ دیکھ کر خان رحمان نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

اچانک ایک جگہ انہیں ٹارچ کی روشنی دکھائی دی۔

"اب ہم کسی کو بتا کر نہیں آئے تو یہ یہاں موجود ہیں.... کمال ہے۔"

آئی جی صاحب بڑبڑائے۔

"معلوم ہوا' اس بار واسطہ کسی بہت خاص قسم کے آدمی سے ہے۔" خان رحمان بولے۔

"لیکن خالد جاری کو اغوا کرنے کی اس خاص آدمی کو کیا ضرورت پیش آئی۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"اس سوال کے جواب کے لیے ہی تو ہم آپ کے پاس گئے تھے۔"

"لیکن میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا.... خالد جاری دیں گے یا پھر خود مجرم۔"

"ہوں! خیر.... دیکھتے ہیں.... اب کیا بات سامنے آتی ہے۔" آئی جی بولے۔

جوں جوں وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے.... روشنی بھی آگے ہوتی جا رہی تھی.... گویا اس روشنی کے ذریعے انہیں راستا دکھایا جا رہا تھا.... آخر کار روشنی ایک غار کے اندر داخل ہوتی محسوس ہوئی۔

"گویا ان لوگوں نے اس غار کو اپنا ٹھکانا بنا رکھا ہے۔"

"اور اب ہم انسپکٹر جمشید اور باقی سب لوگوں سے ملیں گے۔" پروفیسر داؤد خوش ہو کر بولے۔

"ان شاء اللہ۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

غار میں داخل ہوتے ہی ان کی آنکھیں چندھیا گئیں.... اس قدر تیز روشنی تھی اندر.... گویا دن نکل آیا ہو۔

"خوش آمدید... نئے مہمانوں... آخر تم لوگ آ ہی گئے۔"

"آ تو ہم گئے... ہمارے باقی ساتھی کہاں ہیں۔"

"یہیں ہیں... آپ فکر نہ کریں۔"

"لیکن ہمیں تو وہ یہاں نظر نہیں آ رہے۔" اکرام نے منہ بنایا۔

"تو کیا میں تمہیں نظر آ رہا ہوں۔"

"نہیں... تم بھی نظر نہیں آ رہے۔"

"تو بس پھر جس طرح میں اس غار میں ہوں... اور نظر نہیں آ رہا، اسی طرح وہ بھی غار میں ہیں اور نظر نہیں آ رہے۔"

"اچھی بات ہے... تم چاہتے کیا ہو۔"

"وہ... جو تم لوگ مانتے نہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"ہم کیا نہیں مانتے... صاف صاف بات کرو۔" آئی جی صاحب نے منہ بنا کر کہا۔

"جو میں چاہتا ہوں... اس کا ذکر میں نے انسپکٹر جمشید سے کیا، انہوں نے صاف انکار کر دیا، پھر اس کا ذکر میں نے محمود، فاروق اور فر... سے کیا۔"

"انہوں نے بھی صاف انکار کر دیا... لہٰذا ان کے بعد تم لوگوں کو یہاں لانا پڑا اور ہاں خالد جاری کا ذکر کرنا بھول گیا... وہ حضرت بھی نہیں مانتے... اصل مسئلہ انہی کا ہے۔"

"جب تک ہمیں اصل بات کا پتا نہیں چلے گا... ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"خالد جاری کے ہاتھ ریاضی کا ایک فارمولا لگ گیا ہے... اس فارمولے کے ذریعے پوری دنیا میں ایک نیا انقلاب لایا جا سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" پروفیسر داؤد اچھل پڑے۔

"ہاں! ریاضی کے اس فارمولے کے ذریعے پوری دنیا کے بہت بڑے بڑے مسائل حل کیے جا سکتے ہیں... اس بات کو میں مثال سے حل کرتا ہوں... آج سے کچھ مدت تک کیلکولیٹر نہیں تھے... لوگ ضرب، تفریق... جمع... تقسیم اور دوسرے حساب خود کرتے تھے... پہاڑے پڑھنا پڑتے تھے... لیکن آج کیا ہے... کیلکولیٹر پر آپ ضرب، تقسیم، جمع، تفریق یہ کام چٹکی بجاتے میں کر لیتے ہیں... خالد جاری نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے... جس کے ذریعے حساب کتاب کے بہت بڑے بڑے مسائل چٹکی بجاتے میں حل ہو جایا کریں گے... مطلب یہ کہ کسی بھی شعبے سے تعلق رکھنے والے ریاضی کے مسائل اس آلے کے ذریعے حل کیے جا سکتے ہیں... یہ فارمولا خالد جاری ہمارے ہاتھ فروخت کر دیں... تاکہ ہماری قوم پوری دنیا میں یہ آلہ سپلائی کرے... جب کہ خالد جاری چاہتے ہیں، کہ یہ ان کے ملک میں تیار ہو اور یہیں سے پوری دنیا میں پھیلے... اس طرح تو ان کے ملک کا نام روشن ہوگا... دوسرے مالی فائدہ بہت زیادہ ہوگا۔"

"تب تو اس معاملے میں ہم بھی خالد جاری صاحب کا ساتھ د
گے.... کیوں کہ یہ مسئلہ تو ملکی مسئلہ بن گیا ہے۔" آئی جی صاحب پر سک
آواز میں بولے۔

"ہاں! لیکن.... بات وہ نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں" اس نے فس
کہا۔

"اور بات کیا ہے.... جو ہم نہیں سمجھ رہے۔" اکرام نے برا سا
بنایا۔

"آپ لوگ اس وقت مکمل طور پر میرے قبضے میں ہیں.... پہلی بات
یہ کہ اس غار سے نکلنا اب تم لوگوں کے بس کا روگ نہیں.... دو
بات یہ کہ مجھے شکست دینا تم لوگوں کے بس کی بات نہیں.... اب ایک
صورت رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ خالد جاری مجھے بتادیں کہ فارمولا کہاں
ہوا ہے.... میں وہاں جاکر اس کو نکال لاؤں گا اور تمہیں اس غار سے
مل جائے گی.... کھیل ختم ہو جائے گا۔"

"لیکن ہم اس غار سے کیوں نہیں نکل [illegible] تو یہ ہے۔"

"جواب اس کا یہ ہے کہ تم نکل کر [illegible]

"یہ کیا مشکل ہے.... ابھی ابھی تو [illegible] ہیں اس طرف
داخل ہوئے ہیں.... بھلا ہم کیوں نہیں [illegible] گے۔" خان ر
بولے۔

"تو پھر نکل کر دکھائیں نا...." اس [illegible] میں کہا۔

"لیکن ہم اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیے بغیر غار سے نہیں جانا چاہتے۔"
خان رحمان نے کہا۔

"اوہو.... اس طرح تم لوگ جا کب رہے ہو' صرف جاکر دکھا رہے
ہو.... باہر نکل کر دکھادو.... پھر لوٹ آنا۔"

"اچھی بات ہے۔" پروفیسر بولے اور پھر وہ سب واپس مڑے' لیکن
جب غار کے منہ پر پہنچے تو وہ بند تھا' ایک بڑا پتھر غار کے منہ پر تھا.... سب
نے مل کر اس غار کے منہ سے پتھر ہٹانے کے لیے زور لگایا' لیکن پتھر ٹس
سے مس نہ ہوا.... آخر تھک ہار کر وہ واپس اسی جگہ آگئے۔

"کیوں! نہیں نکل سکے نا۔"

"ہاں! نہیں نکل سکے.... اب ہماری سن لو.... ہمارے ساتھیوں کو ہم
سے ملاؤ.... ہم بیٹھ کر بات کریں گے۔"

"اسی لیے تو میں نے تم لوگوں کو یہاں لانے کی کوشش کی ہے....
ورنہ مجھے کیا ضرورت تھی.... تم لوگ ادھر ادھر بھٹکتے رہتے.... اس غار تک
تو نہیں پہنچ سکتے تھے...." اس نے خوش ہو کر کہا۔

پھر انھیں قدموں کی آواز سنائی دی' اور انھوں نے انسپکٹر جمشید' محمود'
فاروق' فرزانہ' بیگم جمشید' خالد باری اور بیگم شیرازی کو اپنی طرف آتے
دیکھا۔

وہ دوڑ کر ان سے لپٹ گئے.... یوں جیسے مدتوں کے بچھڑے ہوئے
ہوں۔

"ہمارا خیال تھا کہ آپ لوگ انسپکٹر کامران مرزا پارٹی کی خدمات حاصل کریں گے..." انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ہاں! ہم نے کوشش کی تھی... لیکن ایسا ہو نہ سکا۔"

"اوہ اچھا... کیا وہ کسی مہم کے سلسلے میں کہیں گئے ہوئے ہیں سر۔"

"ہاں! یہی بات ہے... بلکہ شوکی برادرز بھی نہیں ملے... اسی لیے مجھے خود نکلنا پڑا۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔"

"لیکن آپ لوگ اس شخص کے قابو میں کس طرح آ گئے۔"

"یہ شخص حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے... مجھے تو اندازہ نہیں تھا۔ بس یوں ہم سب کے سب لوگ اس کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے... شکست کھاتے چلے گئے۔"

"آخر کیسے... پتا بھی تو چلے۔"

"سب سے پہلے میں سناتا ہوں اپنی کہانی۔" خالد جاری نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں ضرور... شکریہ!" وہ بولے۔

"مجھے بذریعہ ڈاک ایک پیکٹ ملا... لیکن میں نے اس کو کھولا نہیں... کیونکہ اس قسم کے پیکٹ ہم لوگ نہیں کھولتے... یا پھینک دیتے ہیں... یا پھر ان کو بم سکواڈ کے ذریعے چیک کرواتے ہیں... جب میں نے اس پیکٹ کو چیک کروایا تو اس میں بم تھا... اس سے پہلے بھی اس قسم کی

دو تین کوششیں ہو چکی تھیں... لہٰذا میں پہلے ہی ڈرا ہوا تھا... اس لیے پیکٹ کو چیک کرا لیا... آخر میں نے انسپکٹر جمشید کو فون کیا... لیکن وہ گھر میں نہیں تھے... پیغام دے کر میں نے ریسیور رکھ دیا تو گھر میں ایک اور چیز پڑی نظر آئی... ابھی میں خوف زدہ ہو کر اس چیز کو دیکھ ہی رہا تھا کہ وہ اچانک پھٹ گئی اور اس میں سے بہت گاڑھا دھواں نکل کر پھیل گیا... ہم لوگ بے ہوش ہوتے چلے گئے... اور اس کے بعد ہماری آنکھ یہاں کھلی..." یہ کہہ کر خالد جاری خاموش ہو گئے۔

"اور اب محمود، فاروق تم بتاؤ۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"پہلے ہمیں خالد جاری صاحب کا فون موصول ہوا تھا... ہم نے دفتر فون کیا تو پتا چلا کہ یہ چل پڑے ہیں... کچھ دیر بعد دروازہ کھول دیا... لیکن باہر کوئی اور تھا... اس نے فوراً ایک گیند سی اندر پھینک دی... وہ گرتے ہی پھٹ گئی اور اس میں سے گہرا دھواں نکل کر پھیل گیا... ہم سب بے ہوش ہو گئے... ہوش آیا تو غار میں تھے۔"

"میرے ساتھ بھی یہی ہوا... میں گھر کے لیے روانہ ہوا تو میرا تعاقب شروع کیا گیا، لیکن بعد میں مجھے احساس ہو گیا کہ تعاقب کرنے والا دراصل میرا وقت ضائع کرنا چاہتا تھا، اس لیے میں نے تعاقب کے جال سے نکل کر گھر کا رخ کیا... گھر میں ہر چیز الٹ پلٹ پڑی تھی... خون پھیلا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے زبردست ہنگامہ ہوا ہو، میں نے اکرام اور ماہرین کو بلانے کے لیے فون کیا... اکرام وہاں آیا تو میں خالد جاری صاحب کے گھر کی طرف

روانہ ہوا... وہاں بھی اپنے گھر جیسا حال نظر آیا... میں نے اکرام کو فون کیا اور ابھی بات کر رہا تھا کہ میرے سر پر کوئی بہت وزنی چیز زور سے ماری گئی... افسوس میں یہ خیال کر بیٹھا تھا کہ وہ لوگ اغوا کر کے جا چکے ہیں... لیکن ان میں سے ایک وہیں چھپ گیا تھا... جس نے مجھے بے ہوش کیا... یا وہ ایک سے زائد رہے ہوں گے... کیونکہ بے ہوش کرنے کے بعد انہوں نے مجھے گاڑی میں ڈالا ہوگا اور پھر یہاں لائے ہوں گے۔"

"ہوں! یہ تو تھی تفصیل... اب سوال یہ ہے کہ ہم کیا کریں۔"

"کچھ کرنے کی ضرورت نہیں... ہم وہ فارمولا مجرم کے حوالے نہیں کریں گے۔"

"کیسے نہیں کریں گے، انسپکٹر صاحب... تم سب میرے رحم و کرم پر ہو۔"

"کوئی پرواہ نہیں... ہم جانیں دے سکتے ہیں... اپنے ملک سے غداری نہیں کر سکتے۔"

"ابھی تم مجھے نہیں جانتے انسپکٹر جمشید... نہ تم نے مجھے دیکھا ہے... ورنہ ایسی بات نہ کہتے۔"

"تو پھر پہلے تعارف ہو جائے۔"

"ابھی تعارف کا وقت نہیں آیا... پہلے تم خیالی گھوڑے دوڑا لو... پھر مشورہ کر لو... اس کے بعد میں تم سے بات کروں گا اور ضرورت محسوس کی تو سامنے آؤں گا۔"

"خیالی گھوڑے کہاں سے لائیں..." فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ سوچنا بھی تمہارا کام ہے... میرا نہیں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"لیکن تم ہو کہاں؟"

"اسی غار میں۔" وہ بولا۔

"خیر کوئی بات نہیں... ڈھونڈ لیں گے۔"

"ڈھونڈ کر بھی نقصان میں رہیں گے۔"

"جی نہیں... ایسی کوئی بات نہیں... ڈھونڈتے ہی ہم تم سے نمٹ یں گے۔"

"دیکھیں گے۔"

آواز آنا بند ہو گئی۔

"ایک بات اہم ہے... پہلے ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے..." ایسے ں فرزانہ نے کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"آخر اس نامعلوم شخص کو خالد جاری صاحب کے فارمولے کے بارے میں کس طرح پتا چلا؟"

"اوہ!!!"

ان سب کے منہ سے نکلا۔

☆○☆

ان کا مجرم

ان سب کی نظریں، خالد جاری پر جم گئیں.... ان کا رنگ اڑ گیا.... کئی سیکنڈ تک ان کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی.... آخر وہ بولے۔

"میں نہیں جانتا.... اس شخص کو فارمولے کے بارے میں کس طرح پتا چلا ہے۔"

"چلیے.... آپ صرف یہ بتا دیں، آپ کے علاوہ اس فارمولے کے بارے میں کس کس شخص کو معلوم تھا۔"

"سوائے میرے اسسٹنٹ کے اور کسی کو معلوم نہیں تھا۔"

"جس وقت آپ کو اغوا کیا گیا.... اس وقت آپ کے اسسٹنٹ کہاں تھے۔؟"

"وہ میرے دفتر میں نہیں تھے۔"

"آپ نے دفتر بھی رہائش میں ہی بنا رکھا ہے۔"

"جی ہاں! رہائش کا ایک حصہ میرا دفتر ہے۔"

"اسسٹنٹ اس وقت کہاں تھے۔"

"وہ آج آئے ہی نہیں تھے.... انہیں کچھ کام تھا۔"

"اچھی بات ہے.... ان کا نام کیا ہے۔"

"جی.... احسان یوسف۔" انہوں نے بتایا۔

"شکریہ.... اب ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ فارمولا اس شخص کے حوالے کرنا ہے یا نہیں.... حوالے نہ کرنے کی صورت میں ہماری زندگیاں خطرے میں ہیں.... یہ آدمی انتہائی خطرناک ہے.... اس بات کا اندازہ مجھے ہو چکا ہے۔"

"کیا فارمولا اس کے حوالے کرنا ملک سے غداری نہیں ہوگی۔" خالد جاری نے کہا۔

"نہیں.... آپ کی زندگی وطن کے لیے زیادہ ضروری ہے.... آپ ہوں گے تو اور فارمولے بن جائیں گے.... لہٰذا میں آپ کو اجازت دیتا ہوں.... فارمولا ان کے حوالے کردیں.... اور ہاں ایک بات اور.... کیا احسان یوسف کو معلوم ہے.... فارمولا کہاں رکھا ہے؟"

"نہیں! یہ بات میرے علاوہ اور کسی کو معلوم نہیں۔"

"بہت خوب! اس کا مطلب ہے.... اسسٹنٹ اس شخص کے کام تو نہیں آسکتا نا۔"

"ہرگز نہیں۔"

"پھر تو خیر ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"خیر نہیں ہے انسپکٹر جمشید! میں خالد جاری سے معلوم کروں گا....

فارسولا کہاں ہے۔"

"پوچھ کر دکھائیں.... پھر مانیں گے...." انسپکٹر جمشید بولے۔

"ابھی جب ان کے دونوں بچوں کی چیخیں نکلیں گی نا.... پھر ان سے پوچھوں گا۔"

"نن نہیں...." خالد جاری نے چلا کر کہا۔

"تب پھر فارسولے کے بارے میں بتاؤ۔"

"افسوس! کیسے بتاؤں؟" خالد جاری نے بے زاری سے کہا۔

"میرا خیال ہے.... یہ تو کرنا ہوگا.... ان لوگوں کو بتائے بغیر آپ بچ نہیں نکلیں گے۔"

"نن نہیں.... نہیں۔" انہوں نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"آپ گھبرائیں نہیں.... ہم آپ کو اپنے سے الگ نہیں ہونے دیں گے۔"

انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ہاہاہا۔" اس نے زوردار قہقہہ لگایا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔"

"ہنسنے کی بات یہ ہے انسپکٹر جمشید کہ آپ کو ابھی تک یہ احساس نہیں ہوا کہ آپ کن حالات میں گرفتار ہیں.... آپ تو یہاں میری مرضی کے بغیر ہل بھی نہیں سکتے۔"

"یہ لو.... میں ہلنے لگا ہوں...." فاروق نے کہا اور ہلنے کی کوشش

کی.... لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے منہ سے نکلا۔

"ارے! یہ کیا۔"

"ارے! یہ کیا!"

"کیا ہوا فاروق۔"

"ہم.... میں تو واقعی نہیں ہل سکتا۔"

"کوئی بات نہیں.... ہم ہل لیتے ہیں...." یہ کہہ کر محمود نے ہلنے کی کوشش کی اور پھر اس کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار نظر آئے۔

"نہیں ہلا جارہا۔" محمود نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"دیکھا.... میں نے کہا تھا نا.... یہاں تم میری مرضی کے بغیر ہل بھی نہیں سکتے۔"

"ہمیں یقین آگیا.... مہربانی فرما کر ہمیں ہلنے جلنے کے قابل بنادیں۔"

"پہلے فارسولے کا پتا...." اس نے مسکرا کر کہا۔

"افسوس! اپنے ملک اور قوم سے ہم غداری نہیں کرسکتے۔"

"اور میں تمہیں ہلنے کے قابل نہیں بناؤں گا۔" اس نے سرد آواز میں کہا، پھر اس کی آواز قدرے دور سے آئی۔

"ان لوگوں کو غار کے دوسرے حصے میں منتقل کردو.... یہاں صرف خالد جاری اور اس کے بیوی بچوں کو رہنے دو اور سلاخیں گرم کرو۔"

"اوکے سر۔" کسی نے کہا۔

اچانک غار میں چار آدمی نظر آئے.... انہوں نے مل کر ایک ایک کو

اٹھانا شروع کیا.... وہ کچھ بھی نہ کر سکے.... یہاں تک کہ سب کو وہاں سے منتقل کر دیا گیا.... آخر میں انھوں نے انسپکٹر جمشید کو اٹھایا تو وہ بولے:

"ایک بات کا خیال رہے خالد صاحب.... آپ انھیں فارمولے کے بارے میں بتادیں گے نا.... تو یہ پھر بھی آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے اور ہمیں بھی نہیں.... کیونکہ اگر انھوں نے ہمیں زندہ چھوڑ دیا تو پھر ہم انھیں کہاں چھوڑیں گے۔"

"غلط انسپکٹر جمشید.... بالکل غلط۔" مجرم کی آواز سنائی دی۔

"کیا غلط کہا میں نے...." انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"یہ کہ میں تم میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا.... یہ بات بالکل غلط ہے.... اور درست بات یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو تو واقعی نہیں چھوڑوں گا.... لیکن ان چاروں کو چھوڑنے میں بھلا مجھے کیا خطرہ ہے.... یہ میرے لیے کسی خطرے کا سبب نہیں بن سکتے۔" اس کی پرسکون آواز سنائی دی۔

انسپکٹر جمشید اس کی بات کا جواب نہ دے سکے.... اور انھیں بھی ان کے ساتھیوں کے درمیان پہنچا دیا گیا۔

"اب سنو خالد جاری.... اگر تم مجھے فارمولے کا پتا بتا دیتے ہو تو میں تمھیں اور تمھارے بیوی بچوں کو چھوڑ دوں گا.... ورنہ پہلے تمھارے دونوں بچوں کے جسم آگ سے داغے جائیں گے، پھر تمھاری باری آئے گی۔"

"نہیں.... نہیں۔" وہ خوف زدہ انداز میں چلائے۔

"اب سوچ لو۔"

"اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ تم ہمیں چھوڑ دو گے۔"

"تم کیا گارنٹی چاہتے ہو۔"

"میرے دونوں بچوں کو اور میری بیوی کو گھر بھیج دو.... یہ وہاں سے مجھے فون کریں.... پھر میں تمھیں فارمولے کے بارے میں بتادوں گا۔"

"اچھا یونہی سہی۔"

اس کے ایک منٹ بعد پتھر غار کے منہ پر سے ہٹ گیا.... ساتھ ہی تین آدمی وہاں آئے انھوں نے ان تینوں کو کوئی چیز سونگھائی.... بیگم خالد فوراً بولیں۔

"اوہو! میں ہاتھ پیر ہلا سکتی ہوں۔"

"بس تو پھر تم غار سے نکل جاؤ۔" خالد جاری نے چلا کر کہا۔

"اور آپ نہیں.... ہم آپ کے بغیر نہیں جائیں گے۔" ان کے بیٹے نے کہا۔

"احمق نہ بنو...." وہ گرجے۔

تینوں سہم گئے اور غار سے نکلنے کے لیے دوڑ پڑے.... ان کے جانے کے بعد غار کا منہ پھر بند ہو گیا۔

"یہ.... یہ کیا.... غار کا منہ پھر کیوں بند کر دیا۔" خالد جاری نے گھبرا کر کہا۔

"اس لیے کہ اب تم سے پہلے بات کی جائے گی.... پھر پتھر ہٹایا جائے

لگا۔"

"ٹھیک ہے... فارمولا میرے سیف کے خفیہ خانے میں ہے... سیف کے تالے کے نمبر اگر ایک زیرو ایک ملائے جائیں تو وہ خانہ خود بخود کھل جائے گا... یہ راز اس وقت سے پہلے میں نے کسی کو نہیں بتایا۔"

"سنو! تمہیں اس وقت تک یہاں رہنا ہوگا... جب تک کہ میں جاکر خفیہ خانہ نہیں کھول لیتا... اور اس میں سے فارمولا نہیں نکال لیتا۔"

"لیکن یہ معاہدے کی خلاف ورزی ہے... آپ نے کہا تھا... جونہی میں فارمولے کے بارے میں بتاؤں گا' اسی وقت آپ مجھے چھوڑ دیں گے۔"

"ہاں! لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ تم نے جو بتایا ہے' وہ درست ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"لیکن مجھے اس وقت تک یقین نہیں آئے گا... جب تک کہ فارمولا میرے ہاتھ نہ لگ جائے۔"

"اچھی بات ہے... جیسے آپ کی مرضی۔" اس نے تنگ آکر کہا۔

اور اس کی آواز آنا بند ہو گئی' کافی دیر تک خاموشی طاری رہی' پھر خالد جاری نے آواز بلند کی۔

"آپ لوگ کہاں ہیں... مجھے آواز دیں... میں آپ تک پہنچ سکتا ہوں۔"

"وہ کیسے؟" انسپکٹر جمشید کی آواز کہیں دور سے آئی۔

"جب ان لوگوں نے میری بیوی اور بچوں کو کوئی دوا سونگھائی تھی تو میں بھی ان کے بالکل نزدیک تھا... تھوڑی سی دوا کی خوشبو میری ناک میں بھی آئی تھی... لہٰذا اب میں تھوڑی بہت حرکت کر سکتا ہوں۔"

"بہت خوب! آپ میری آواز کی طرف آتے جائیں۔"

"لیکن اس کا فائدہ کیا ہوگا... میں آپ کی کوئی مدد تو کر نہیں سکوں گا... کیا وہ آدمی آپ کے پاس موجود ہیں... جو آپ کو اٹھا کر لے گئے تھے؟"

"نہیں... وہ آس پاس نظر نہیں آ رہے... آپ ہم تک آنے کی کوشش تو کریں... پھر واپس چلے جایئے گا... ابھی اسے واپس آنے میں ایک گھنٹہ تو ضرور لگے گا۔"

"ہاں! میں آنے کی کوشش شروع کرتا ہوں... کاش میرے بیوی بچے خیریت سے گھر پہنچ جائیں... اور یہ شخص انہیں کچھ نہ کہے۔"

"اسے غرض صرف فارمولے سے ہے... میرا خیال ہے' وہ انہیں کچھ نہیں کہے گا۔"

"خیر... میں آتا ہوں۔"

خالد جاری نے آواز کی سمت رینگنا شروع کیا... یہاں تک کہ مسلسل پندرہ منٹ تک رینگنے کے بعد وہ ان تک پہنچ گئے۔

"یہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں اور کیا کرتا... آپ خود سوچیں... وکٹی سلاخیں جب میرے بچوں کے جسموں پر رکھی جاتیں تو اس وقت بھی تو میری برداشت جواب دیتی۔" اس نے کہا۔

"جانے دو جمشید... ہم انہیں معذور ہی خیال کریں گے۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"اچھا خیر... سوال یہ ہے کہ اس فارمولے کے بارے میں آپ کے اور آپ کے اسسٹنٹ کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا' پھر اس نامعلوم شخص کو کس طرح معلوم ہو گیا۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں..." انہوں نے بے چین ہو کر کہا۔

"لیکن میں تو کہہ سکتا ہوں..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ... آپ کیا کہہ سکتے ہیں۔"

"یہ کہ یا تو یہ کام آپ کا ہے... یا آپ کے اسسٹنٹ کا... جب آپ دو کے علاوہ کسی کو معلوم ہی نہیں ہے تو پھر بتاتا کون۔"

"اس نے کسی اور ذریعے سے معلوم کیا ہو گا... میں نے یا میرے اسسٹنٹ نے ہرگز نہیں بتایا۔"

"آپ اپنے بارے میں تو گارنٹی سے بات کر سکتے ہیں' اپنے اسسٹنٹ کے بارے میں کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"آج تک اس کی کوئی بے ایمانی دیکھنے میں نہیں آئی۔"

"آپ اس بات کو چھوڑیں... اسسٹنٹ کے بارے میں بتائیں۔ وہ

کب سے آپ کے پاس کام کر رہا ہے۔"

"پانچ چھ سال سے۔"

"احسان یوسف نام بتایا تھا نا..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں! بالکل۔"

"یہ شخص کہاں رہتا ہے۔"

"۹۶ ارجن ٹاؤن میں۔"

"آپ کبھی اس کے گھر گئے؟"

"ہاں کئی بار۔" وہ بولے۔

"وہاں اس کے بیوی بچے بھی رہتے ہیں۔"

"جی ہاں... اس کا پورا گھرانہ وہاں رہتا ہے۔"

"اوہ! تب تو واقعی آپ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ یہ کام اس کا نہیں ہے... لیکن خالد جاری صاحب... ذرا سوچیں... کہ اگر آپ کے اسسٹنٹ احسان یوسف کو کوئی بہت بڑا لالچ دیا جائے تو کیا وہ پھر بھی نہیں بتائیں گے۔"

"میں تو یہی کہتا ہوں کہ نہیں بتائیں گے۔"

"آپ غلط کہتے ہیں... آپ نے تو خود فارمولے کا پتا بتا دیا ہے۔"

"وہ... وہ تو میں نے خوف کی وجہ سے بتایا ہے۔"

"تو کیا خبر... اس نامعلوم آدمی نے احسان یوسف کے بچوں کو بھی اغوا کرا لیا ہو اور اس کے بعد فارمولے کے بارے میں پوچھ لیا ہو۔"

"او ہاں! اس بات کا امکان ہے۔"

"لیکن میرے اچھے مہربان... خالد جاری صاحب... معاملہ اس طرح بھی ختم نہیں ہوتا۔" انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں بتاتا ہوں... اگر یہ بات احسان یوسف نے انہیں بتائی ہے تو اس سے پہلے کیا انہیں خواب آیا تھا کہ خالد جاری صاحب نے ریاضی کا ایک بہت قیمتی فارمولا دریافت کیا ہے... سوال تو یہ ہے کہ اس نامعلوم آدمی کو یہ سن گن کیسے لگی۔"

"میں کیا بتا سکتا ہوں..." انہوں نے کہا۔

"لیکن میں بتا سکتا ہوں..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ کام آپ کے اسسٹنٹ کا ہی ہے... یا پھر آپ کا۔"

"کیا فرمایا... یہ کام میرا ہے۔"

"اگر یہ کام آپ کے نائب کا نہیں تو پھر یقیناً" آپ کا ہے... آپ خود غور کرلیں... اس بیرونی شخص کو آپ میں سے کسی ایک نے یہ بتایا کہ ایک فارمولا ایجاد ہوا... اور وہ اس قدر قیمتی ہے کہ جو ملک بھی اس کو تیار کرے گا... اربوں کھربوں روپے اس سے کمائے گا... لہٰذا غیر ملکی کو اشارہ ملا اور وہ حرکت میں آگیا۔"

"میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔"

"خیر... یہ تو ہم دیکھ لیں گے کہ یہ کام کس نے کیا ہے... اب آپ

ایک کام کریں۔" "اور وہ کیا؟"

"آپ ادھر ادھر رینگ کر یہ معلوم کریں کہ وہ دوا کہاں ہے... اگر آپ وہ دوا حاصل کرلیتے ہیں اور ہمیں دکھاتے ہیں تو ہم شاید آپ پر شک نہیں کریں گے۔"

"ہم... میں کوشش کرتا ہوں... ویسے تو ابھی خود مجھے بھی اس کی ضرورت ہے... میں مکمل طور پر تو ٹھیک نہیں ہوا نا۔"

"ٹھیک ہے... اگر وہ دوا مل جائے تو پہلے آپ ہی سونگھ لیجیے گا۔"

"اچھی بات ہے۔"

اور وہ وہاں سے رینگ کر جانے لگے... آخر موڑ مڑتے ہی نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

"جمشید... خالد جاری ایسے آدمی نہیں ہیں۔"

"ابھی آپ نے دیکھا نہیں... انہوں نے کتنی آسانی سے فارمولے کا پتا بتادیا تھا۔"

"انسان مجبور ہے جمشید... ہر کوئی تو تم لوگوں جیسا دلیر نہیں ہو سکتا۔"

"لیکن اپنے دین، ملک اور قوم کے لیے اکثر اوقات بہت کمزور لوگ بھی جانیں قربان کردیتے ہیں۔"

"شاید یہ ان سے بھی کمزور ہیں۔" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"بہرحال! میں انہیں الزام نہیں دے سکتا۔ بچوں کے جسموں پر لوہے کی گرم سلاخیں لگتے آنکھوں سے دیکھنا اور برداشت کرنا معمولی کام

"اوہ ہاں! اس بات کا امکان ہے۔"

"لیکن میرے اچھے مہربان خیال ہے... اصل مجرم کون ہے۔"

"بھئی، خطرناک وہ کار میں سویا ہوا شخص۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی کیا مطلب؟"

"ہاں! ہم سے جو باتیں کرتا رہا ہے نا... وہ وہی تھا... اس نے اپنی جھلک پہلے ہی دکھادی تھی... اور تم دیکھ لو... وہ اب تک اپنی اس جھلک کے مطابق ہی ثابت ہوا ہے... کوئی بہت ہی چلتا پرزہ شخص ہے، اور اپنے آپ کو بہت کی کایاں ثابت کرنے کا شوقین... ورنہ اسے کار میں آکر بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی... وہ صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ بہت بے خوف آدمی ہے... اور اس میں شک نہیں کہ وہ ہے بہت بے خوف ہی... ذہین بھی بہت ہے... لیکن یہ احساس ہی اس کی شکست کا سبب بن جائے گا... جو آدمی اپنے آپ کو حد سے زیادہ چالاک خیال کرتا ہے، اور دوسروں کو اپنے مقابلے میں صفر خیال کرتا ہے... وہ اس احساس کی وجہ سے ہی مارا جاتا ہے... اگر وہ عقل مند صحیح معنوں میں ہوا تو فارمولا حاصل کرنے کے بعد اس طرف ہرگز نہیں آئے گا... حاصل کرتے ہی غائب ہونے کی کوشش کرے گا اور اگر ضرورت سے زیادہ خود کو عقل مند، ذہین، بے خوف اور دلیر، طاقت ور خیال کرتا ہوگا تو یہاں لوٹ کر آئے گا اور مارا جائے گا۔"

"لیکن کیسے... ہم سب تو بے بس ہیں۔"

"اس دھوئیں کا اثر آخر کب تک رہے گا... میں محسوس کر

ہوں... پہلے جو کیفیت ہماری تھی اب ویسی نہیں ہے۔"

"ہاں خیر... یہ تو ہم بھی محسوس کر رہے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"اور میرا خیال ہے... اور دو گھنٹے تک ہم چلنے پھرنے کے قابل ہوجائیں گے... وہ اگر واپس آیا تو ایک گھنٹے تک آئے گا... اور ہمارا کام یہ ہوگا کہ ہم اسے مزید ایک گھنٹے تک غار میں روکے رکھیں۔"

"ایک گھنٹہ بہت وقت ہے... اتنی دیر تک ہم اسے کس طرح روک سکیں گے۔"

"کوشش تو کریں گے... ویسے تم دعا کرو... وہ دوا مل جائے۔"

"آمین!" وہ ایک ساتھ بولے۔

وقت گزرتا چلا گیا... آخری خالد جاری رینگتے ہوئے ان کے پاس آگئے... ان کے چہرے پر ناکامی لکھی تھی۔

"مجھے افسوس ہے... نہیں ملی وہ دوا۔"

"خیر کوئی بات نہیں... اللہ مالک ہے... ایک گھنٹہ گزرنے والا ہے۔ ہمارا مجرم آتا ہی ہوگا۔"

"اب آپ کیا کریں گے۔"

"ہم کیا کرسکتے ہیں... آپ دیکھ ہی رہے ہیں... ہلنے جلنے کے قابل تک تو ہم ہیں نہیں۔"

"کاش! میں آپ کی کچھ مدد کرسکتا۔" انہوں نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

"فکر نہ کریں... ہم اپنے اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

اور پھر ایک گھنٹہ اور دس منٹ بعد قدموں کی آواز سنائی دی... پھر وہ شخص سامنے آگیا جو انہیں کار میں لیتا نظر آیا تھا۔

"دیکھا: میں نے کہا تھا نا اکرام... یہ حضرت وہی ہیں۔"

"ہاں! واقعی... آپ کے اندازوں پر ہمیں بہت حیرت ہوتی ہے۔"

"فارمولا مل گیا ہے خالد جاری صاحب... اور میں آپ کے لیے ایک تحفہ بھی لایا ہوں۔"

"تحفہ... کیا مطلب... کیا تحفہ" وہ چونکے۔

"تحفہ ان کے سامنے لے آؤ بھئی۔" وہ مسکرایا۔

دو آدمی گئے... اور پھر جب وہ لوٹ کر آئے تو خالد جاری کے بیوی بچے ان کے ساتھ تھے... ان کے رنگ بالکل سفید پڑ چکے تھے... جیسے جسم میں خون بالکل نہ رہا ہو۔

"یہ کیا... تم انہیں پھر پکڑ لائے۔"

"جی نہیں... ہم نے انہیں جانے ہی کب دیا تھا... غار سے باہر نکلتے ہی انہیں پھر دبوچ لیا گیا تھا... یہ تو یہیں رہے ہیں۔"

"اوہ... دھوکا... بے ایمانی۔"

"میرا ایک طریقہ ہے... اس قسم کے معاملات میں ہر قسم کا دھوکا اور فراڈ درست ہے... ایسا کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے۔"

"ایسے موقعوں پر ہمیں جیرال بہت یاد آتا ہے۔"

"جیرال... اوہ اچھا... وہ جیرال... ہاں سنا ہے... وہ بہت بااصول تھا۔"

"اس سے زیادہ بااصول مجرم آج تک ہم سے نہیں ٹکرایا... اور اگر کسی مجرم کی موت پر ہمیں افسوس ہے تو اس کی موت پر... کبھی کبھی ہم سوچتے ہیں... شاید جیرال ایک بار پھر ہمارے سامنے آجائے۔"

"کیا کہتے ہو... مرنے والے زندہ نہیں ہوا کرتے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"یہ تم کیا ذکر لے بیٹھے... وقت ضائع نہ کرو۔" انسپکٹر جمشید بولے... لیکن وہ سمجھ گئے... ان کا اشارہ کس طرف تھا۔

"آپ کو یاد ہے... جیرال سے جب ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی... وہ موت کے جزیرے پر۔"

"ہاں یاد ہے۔"

"ذرا مجھے بھی سنانا... وہ ملاقات کیسی تھی۔"

"جانے دیجئے... آپ کا وقت ضائع ہوگا۔" فرزانہ بولی۔

"نہیں ہوگا... میرے پاس بہت وقت ہے۔"

محمود اسے جیرال کے بارے میں بتانے لگا... اس کا انداز کسی ناول نگار جیسا تھا... اس قدر دلچسپ اور سنسنی خیز انداز کہ مجرم اس میں کھو کر رہ گیا اور وقت کا اسے احساس تک نہ رہ گیا... محمود پرجوش انداز میں کہانی سناتا چلا گیا... کبھی کبھی درمیان میں فاروق اور فرزانہ اسے لقمہ دے

دیتے.... اس طرح کہانی لمبی ہوتی چلی گئی اور یہی وہ چاہتے تھے.... کسی طرح ایک گھنٹہ اور گزر جائے اور اس طرح ایک گھنٹہ گزر گیا.... انہوں نے محسوس کر لیا کہ دھوئیں کا اثر کافی حد تک ختم ہو چکا تھا اور اب وہ چاہتے تو کسی حد تک حرکت کر سکتے تھے.... اور آخر محمود نے جبرال کی کہانی ختم کر دی۔

"اف! کس قدر دلچسپ تھی یہ داستان.... لیکن ابھی میرے اور جبرال میں ایک فرق ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"جبرال کئی بار تم لوگوں سے ٹکرایا اور آخر کار شکست کھا گیا.... میں زندگی میں پہلی بار تم سے ٹکرایا اور پہلی بار ہی میں نے تمہیں شکست دے دی۔"

"چلیے.... یہ بات مان لیتے ہیں.... لیکن ان بے چاروں کا کیا قصور.... کم از کم آپ انہیں تو چھوڑ دیں۔" انسپکٹر جمشید نے خالد جاری کے بچوں کی طرف اشارہ کیا۔

"اب چونکہ ان لوگوں نے مجھے دیکھ لیا ہے.... لہذا انہیں بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

"تو آپ ان کے سامنے آئے ہی کیوں تھے۔"

"اسی لیے آیا تھا کہ انہیں بھی نہ چھوڑنا پڑے۔"

"گویا پہلے سے یہ پروگرام تھا کہ ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑا

جائے گا۔"

"ہاں! بالکل۔"

"آپ بہت سنگدل ہیں.... جو بچوں پر بھی رحم نہیں کرتے.... بھلا یہ بچے آپ کا کیا بگاڑ لیں گے۔"

"بے شک یہ میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے.... لیکن میں اپنے اصول کو کیا کروں.... میرا اصول ہے.... کسی قسم کا کوئی خطرہ باقی نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

"اچھا آپ ایک بات تو ہمیں بتا ہی دیں۔"

"اور وہ کیا۔"

"آخر آپ کو اس فارمولے کی بھنک کس طرح پڑی.... کس نے آپ کو بتایا۔"

"بتا دوں؟" اس نے شریر انداز میں کہا۔

"ہاں بتا دیں۔"

"اس لیے بتا رہا ہوں کہ تم سب زندہ تو رہو گے نہیں.... لہذا سن لیں.... میں نے ہی بتایا تھا اپنے آپ کو۔"

"کیا مطلب!!!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اب کیا ہوگا

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے.... آخر انسپکٹر جمشید بولے۔

"بات پلے نہیں پڑی۔"

"اور نہ پڑے گی.... اس لیے انسپکٹر جمشید کہ تم ہو عقل سے پیدل۔"

"شکریہ! تم نے میری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولا۔

"مطلب یہ کہ میں تو خود ہی اپنے آپ کو عقل سے پیدل سمجھتا ہوں۔"

انسپکٹر جمشید نے جواب دیا۔

"خیر یہ تو اچھی بات ہے۔" اس نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"آپ اپنی بات کی وضاحت کریں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں نے خود ہی اس بات کا سراغ لگایا تھا کہ پروفیسر ڈاکٹر خالد جار صاحب نے کوئی زبردست ایجاد کی ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"ممکن ہے تبھی تو کہہ رہا ہوں.... اچھا اب میں اس سے زیادہ وضاحت نہیں کر سکتا.... میں اور میرے ساتھی جا رہے ہیں.... غار کی قبر تمہیں مبارک ہو.... کوئی سوچ بھی نہیں سکے گا کہ تم لوگ یہاں دفن ہو.... وہ جنھوں نے بڑے بڑے مجرموں کا صفایا کر دیا.... آخر غائب کہاں ہو گئے۔ پھر صرف خود ہی نہیں.... اپنے بیوی بچوں سمیت.... اپنے دوستوں سمیت.... اور پھر انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز تم لوگوں کی تلاش میں نکلیں گے.... سر پٹک پٹک کر مر جائیں گے.... لیکن تم لوگوں کا سراغ نہیں پا سکیں...."

"اللہ مالک ہے.... اگر ہمارے مقدر میں یہی بات ہے تو یونہی سہی۔"

انھوں نے اپنے ہاتھ پیروں کو حرکت دینے کی کوشش کی.... لیکن کامیاب نہ ہو سکے.... اس پر انھیں حیرت سی ہوئی.... کیونکہ دو گھنٹے کے قریب گزر چکے تھے اور اپنے اندازے کے مطابق اس وقت تک انھیں ہاتھ پیر ہلانے کے قابل ہو جانا چاہیے تھا.... لیکن ایسا نہیں ہو رہا تھا.... ان کی کوشش کو مجرم نے بھی محسوس کر لیا.... وہ مسکرایا اور بولا۔

"نہیں کامیابی ہوگی.... میرے جانے کے بعد تم لوگوں نے یہ اندازہ لگایا ہوگا کہ تم دو اڑھائی گھنٹے تک ہوش میں آ جاؤ گے.... لیکن آ نہیں سکے.... تو اس کی بھی ایک وجہ ہے.... لیکن اب تم وجہ سن کر کیا کرو گے۔ اب تو تم میرے جانے کے بعد ہی ہاتھ پیر ہلا سکو گے.... لیکن اس وقت کوئی

فائدہ نہیں ہو گا... کیونکہ تم اس پتھر کو نہیں ہٹا سکو گے... اچھا ہم چلے... آؤ بھئی چلیں... آج جیسی ناکامی ان لوگوں نے کبھی نہیں دیکھی ہو گی۔"

اور وہ انہیں جاتے نظر آئے... انسپکٹر جمشید نے ایک بار پھر ہاتھ پیر ہلانے کی کوشش کی... لیکن ہلا نہ سکے... اور پھر انہوں نے پتھر سرکنے کی آواز سنی... ان کے نکلتے ہی پتھر پھر برابر ہو گیا... شاید اس کے لیے باہر بھی انتظام کیا گیا تھا۔

چند لمحے تک وہ خاموش رہے... آخر فاروق کی آواز ابھری۔ "اب کیا ہو گا۔"

"وہی ہو گا جو منظور خدا ہو گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آخر ہم لوگ حرکت کیوں نہیں کر سکے۔"

"حرکت اس لیے نہیں کر سکے کہ مجرم ساتھ ساتھ گیس چھوڑتا رہا ہے۔"

"اوہ! لیکن کیسے... ہم نے تو اسے کوئی ایسی حرکت کرتے نہیں دیکھا۔"

فاروق بولا۔

"ہو سکتا ہے' اس کی جیب میں کوئی شیشی ہو... بات چیت کے دوران وہ کئی بار ہاتھ جیب میں لے گیا ہے... یہ بات میں نے نوٹ کی ہے۔"

"اس کا مطلب... ہمیں اب مزید ایک آدھ گھنٹہ اسی طرح پڑے رہنا پڑے گا۔"

"ہاں! اور جناب خالد جاری... آپ نے دیکھ لیا... آپ فارمولا دے کر بھی اپنے بیوی بچوں کو نہ بچا سکے... اگر آپ فارمولے کا پتا نہ بتاتے تو کیا بہتر نہیں تھا... مرنا تو اب یوں بھی پڑ رہا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... مجھے افسوس ہے۔"

"مجرم کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں... یہ کون تھا۔"

"بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ اس کے الفاظ بھول گئے... اس نے کہا تھا... اس نے خود ہی اپنے آپ کو یہ بات بتائی ہے... یہ بات اگرچہ بہت عجیب ہے... لیکن بہت دلچسپ بھی ہے... خیر اس پر ہم پھر غور کریں گے... پہلے تو دیکھنا یہ ہے کہ ہم اس غار سے باہر نکلنے کے قابل ہیں یا نہیں۔"

"اس سے پہلے ہاتھ پیر ہلانے کے قابل ہونا ضروری ہے۔"

ایک گھنٹے کے بعد کہیں جا کر وہ اٹھنے کے قابل ہوئے... اب انہوں نے غار کے منہ پر آکر مل کر پتھر پر زور لگایا... لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا...

"ہمیں وہ بٹن تلاش کرنا ہو گا جس کے ذریعے وہ پتھر ہٹاتا رہا ہے۔"

"میرا خیال ہے... اب ہم اس بٹن کو نہیں پا سکیں گے اور اگر پا گئے تو وہ کوئی کام نہیں کرے گا۔"

"ارے باپ رے... آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں۔"

"چلو دیکھ لیتے ہیں۔"

اب انھوں نے غار کا جائزہ شروع کیا... وہ غار کیا تھا... عجیب و غریب سی بھول بھلیاں تھیں... اس ایک غار میں کئی غار اور تھے... لیکن باہر نکلنے کا راستا کسی غار میں نہیں تھا... ہر ایک کا راستا آخر کو اسی منہ پر آکر ختم ہو جاتا تھا جس پر پتھر موجود تھا... بٹن نام کی کوئی چیز انھیں نظر نہ آئی... البتہ غار میں سپیکر ضرور لگے ہوئے تھے... وہ جگہ بھی انھوں نے تلاش کرلی جہاں بیٹھ کر باس ان سے باتیں کرتا رہا تھا... لیکن اس جگہ بھی انھیں کوئی بٹن نہ ملا۔

"اب کیا کریں... یہ غار تو واقعی ہمارے لیے ایک پنجرہ ثابت ہو رہا ہے۔"

"پنجرے سے تو ہم نکل سکتے تھے... چاقو سے اس کی سلاخیں... ارے باپ رے..." فرزانہ کہتے کہتے رک گئی... اس کی آواز میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"کیا ہوا... خیر تو ہے۔"

"محمود کے چاقو کو ہم کیوں بھول گئے... کیا اس لیے کہ آج تک ہم اسے لوہے پر آزماتے رہے ہیں... جب کہ پتھر لوہے سے زیادہ سخت نہیں ہے۔"

"ہاں بالکل... وہ پتھر کو کاٹ سکتا ہے۔"

"بہت خوب! محمود... نکالو چاقو..." انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

محمود نے جوتے کی ایڑی سے چاقو نکال کر انھیں دے دیا... انھوں

نے فوراً غار کے منہ کی طرف دوڑ لگائی... اور پھر چاقو اس پتھر پر چلنے لگا... پتھر آہستہ آہستہ کٹنے لگا... چاقو بہت چھوٹا اور پتھر بہت بڑا... بے شک چاقو پتھر کو کاٹ رہا تھا... لیکن اپنی جسامت کے مطابق ہی کاٹ سکتا تھا... انسپکٹر جمشید قریب ایک گھنٹے تک لگے رہے... پھر ان سے چاقو خان رحمان نے لے لیا... اس طرح وہ باری باری پتھر کاٹتے رہے... آخر اس میں اتنا راستا بن گیا کہ ایک آدمی اس میں سے گزر سکتا تھا۔"

ان کے چہرے خوشی سے کھل گئے... انھوں نے اللہ کا شکر ادا کیا... اور ایک ایک کرکے باہر نکل آئے... سب سے پہلے انسپکٹر جمشید نے خالد جاری کے بیوی اور بچوں کو نکلنے کا موقع دیا تھا... آخر میں وہ خود نکلے... انھوں نے باہر دیکھا... چاند نکل آیا تھا اور اس کی روشنی میں پہاڑیاں غسل کرتی محسوس ہو رہی تھیں... وہ شہر کی طرف روانہ ہوئے... شہری حدود میں پہنچتے ہی انھوں نے ادھر ادھر جلدی جلدی فون کرنا شروع کیے... غار سے مجرم تین گھنٹے پہلے رخصت ہوئے تھے... انھوں نے ایئرپورٹ اور بحری راستے سے اطلاعات لیں... اس وقت تک کئی ہوائی جہاز اور ایک بحری جہاز ملک سے روانہ ہو چکے تھے... مطلب یہ کہ اگر مجرم نے ان میں سے کسی پر فرار ہونے کی کوشش کی ہوگی تو اب وہ اسے نہیں پکڑ سکتے تھے... پھر بھی انھوں نے ملک سے باہر جانے والے تمام راستوں کی نگرانی کا حکم دے دیا... اور مجرم کا حلیہ بھی انھیں بتا دیا... پھر وہ سیدھے خالد جاری کے گھر آئے... انھوں نے خفیہ خانہ کھول کر دیکھا... فارمولا وہاں

نہیں تھا... ان کا گھر بالکل خالی پڑا تھا... گویا ان کے اغوا کے بعد ان کے اسسٹنٹ بھی وہاں نہیں آئے تھے۔

"آپ کے نائب احسان یوسف کہاں رہتے ہیں بھلا۔"

"۹۹ ارجن ٹاؤن۔"

۹۹ ارجن ٹاؤن پہنچے... گھر کے دروازے بند تھے... صدر دروازے پر تالا لگا ہوا تھا... وہ دروازے کو توڑ کر اندر داخل ہوئے اور دھک سے رہ گئے... احسان یوسف کے گھر کے افراد بھی انہی کی طرح بے بس پڑے تھے... اگرچہ وہ بندھے ہوئے نہیں تھے... لیکن ہلنے جلنے کے قابل بھی نہیں تھے۔

گویا غار سے نکلنے کے بعد مجرم یہاں آیا تھا۔

"حیرت ہے... غار کے بعد اسے یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی... وہ ان لوگوں کو بے بس نہ کرتا تو بھی اسے کیا فرق پڑ جاتا۔"

"پتا نہیں اس نے یہاں آنا کیوں ضروری خیال کیا... ارے ہاں۔"

"وہ احسان یوسف صاحب کہاں ہیں۔"

"وہ تو بہت پہلے سے غائب ہیں... اور یہاں تو وہ بہت دیر سے نہیں آئے۔"

"ارے باپ رے... ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا... اب پہلے احسان یوسف صاحب کو تلاش کرنا ہوگا۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"لیکن اس میں اس قدر گھبرانے کی کیا بات ہے۔" محمود نے حیران

ہو کر پوچھا۔

"گھبرانے کی بات یہ ہے کہ میں یہ خیال کر بیٹھا تھا... کیس ہوگیا ختم... اور اس کیس میں ہم ہوگئے بالکل ناکام... لیکن اب ایک اور کام نکل آیا۔"

"کوئی بات نہیں... اب احسان یوسف صاحب کو تو تلاش کرنا ہی ہوگا... نہ جانے اس چالاک مجرم نے انہیں کہاں رکھا ہوگا... اور پھر ان سے تو ہمیں اقبال جرم بھی کرانا ہے۔"

"اقبال جرم... کیا مطلب؟" احسان یوسف کی بیوی نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں... اقبال جرم... یہ احسان یوسف ہی تھے... جنہوں نے مجرم کو اس فارمولے کے بارے میں بتایا تھا۔"

"نن... نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔"

"آپ کا نام کیا ہے؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"جی میرا... کیوں؟" وہ چونک کر بولی۔

"پتا نہیں کیوں میں نے آپ کا نام پوچھا ہے... بس آپ بتادیں۔" وہ الجھن کے عالم میں بولے۔

"میرا نام مریم احسان ہے۔"

"بہت خوب... آپ کی شادی احسان یوسف سے کب ہوئی تھی۔"

"آج سے ۶ سال پہلے۔"

"بہت خوب! کیا احسان یوسف آپ کے خاندان کے آدمی تھے جس کی بنیاد پر شادی ہوئی تھی۔"

"جی نہیں! یہ ہمارے خاندان کے نہیں ہیں... میرے والد صاحب کے دفتر میں ان کا آنا جانا تھا' پھر والد صاحب سے دوستی ہو گئی اور ہمارے گھر آنے جانے لگے... ایک دن انہوں نے میرے والد سے مجھ سے شادی کی خواہش کی... والد صاحب نے یہ رشتہ منظور کر لیا... اس طرح ہماری شادی ہو گئی' لیکن آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"بس ایسے ہی... احسان یوسف کے والد کا نام اور باپ کا پتا بتا سکتی ہیں آپ۔"

"ان کے والد کا نام کامران یوسف ہے۔"

"اور پتا... آپ شادی کے بعد ان کے گھر میں بھی تو رہی ہوں گی۔"

"نہیں... انہوں نے بتایا تھا... ان کے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں۔"

"پتا تو بتایا ہوگا... وہ کہاں رہتے تھے۔"

"جی نہیں! نہ مجھے انہوں نے ان کا پتا بتایا' نہ مجھے اس گھر میں رکھا شادی کے بعد وہ مجھے اس گھر میں لے آئے تھے... اور بس۔"

"آپ کے والد زندہ ہیں۔"

"ہاں جی۔" اس نے فوراً کہا۔

"اپنے والد کا پتا لکھوا دیں۔"

اس کے والد کا پتا لے کر وہ وہاں پہنچے... والد بہت ہی بوڑھے ہو چکے

تھے... تعارف کے بعد وہ حیران ہو کر بولے۔

"فرمائیے! میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"آپ نے اپنی بیٹی مریم کی شادی احسان یوسف سے کی تھی۔"

"جج... جی ہاں! ایسی بات ہے۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"اس میں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"ہاں واقعی... اس میں گھبرانے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔"

"احسان یوسف کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔"

"کچھ خاص نہیں۔"

"جس آدمی کے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتے... آپ نے اس آدمی کو اپنی بیٹی دے دی۔"

"ہاں! یہ میری بہت بڑی غلطی تھی۔"

"جی کیا فرمایا... غلطی تھی... غلطی کیسی؟"

"میں نے چھان بین نہیں کی... اور رشتہ کر دیا اور رشتہ کرنے کے بعد پتا چلا احسان یوسف۔" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

اچانک اس کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

☆○☆

آخری دن

اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"یہ... یہ کہیں وہی نہ ہو۔"

"نہیں... آپ فکر نہ کریں... اور اگر یہ وہ ہے تو اور بھی اچھی بات ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے... پھر اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کر کے خود دروازے کی طرف آئے۔

"دروازے پر کون ہے۔" انہوں نے کھولنے سے پہلے پوچھا۔

"میرے پاس کسی کا ایک پیغام ہے... اس گھر والے کے لیے۔"

"او اچھا... آپ لفافہ نیچے سے اندر سرکا دیں۔"

"جی اچھا۔" باہر سے کہا گیا... لیکن جونہی انہوں نے لفافہ اندر آتے دیکھا... انہوں نے چٹخنی گرا دی... باہر واقعی ایک غریب سا آدمی کھڑا تھا۔

"یہ لفافہ آپ کو کس نے دیا ہے۔"

"گزرتے ہوئے شخص نے... وہ بہت جلدی میں تھا... مجھے کہنے لگا... یہ لفافہ میں اس گھر میں دے دوں... اس کام کے لیے مجھے اس نے دس

روپے بھی دیے تھے۔"

"او ہو اچھا... یہ دس روپے میری طرف سے بھی وصول کر لیں۔"

"شکریہ جناب۔" وہ خوش ہو گیا۔

اس کی خوشی دیکھ کر انسپکٹر جمشید نے خیال کیا... وہ کچھ زیادہ ہی ضرورت مند ہے' لہٰذا انہوں نے سو روپے کا نوٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"لل... لیکن جناب! میرے پاس تو کھلے پیسے نہیں ہیں۔"

"سو ہی رکھ لیں۔"

"جی... کیا فرمایا... سو ہی رکھ لوں۔" وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

"ہاں! رکھ لیں... بلکہ اگر ضرورت ہے تو اور دے دیتا ہوں۔"

"ضرورت!" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیوں! کیا بات ہے۔" انسپکٹر جمشید کیس کو بھول گئے۔

"آپ نے پوچھا ہے نا... ضرورت ہے تو... غریب آدمی کو اور ضرورت نہ ہو... اور میں تو کچھ زیادہ ہی ضرورت مند ہوں... میرے گھر میں تو تین جوان بیٹیاں بیٹھی ہیں۔"

"او اچھا! یہ کچھ اور روپے رکھ لو... اور یہ میرا کارڈ ہے... اس پتے پر کسی دن آ جانا... انشاء اللہ تمہارے لیے کچھ کریں گے۔"

"بہت بہت شکریہ!" خوشی سے اس کا چہرہ گلنار ہو گیا۔

دروازہ بند کر کے وہ اندر آئے... اور لفافہ اس کی طرف بڑھایا۔ "یہ کوئی شخص آپ کے نام دے گیا ہے۔"

اس نے کانپتے ہاتھوں سے لفافہ کھولا..... لکھا تھا:

"اگر زندگی چاہتے ہو تو میرے بارے میں ایک لفظ نہ کہنا۔"

یہ الفاظ پڑھ کر وہ خوف زدہ ہو گیا۔

"تو یہ الفاظ احسان یوسف نے لکھے ہیں۔"

"ہاں جناب! یہ لکھائی اسی کی ہے... اس قسم کے اور دھمکی آمیز خط اس نے مجھے بہت لکھے ہیں... شادی کے بعد ہی مجھے پتا چل گیا تھا کہ وہ اچھا آدمی نہیں ہے... اس کے بارے میں پتا چلا کہ شراب پیتا ہے... جوا کھیلتا ہے' اور ہر برا کام کرتا ہے اور ادھر میں اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر چکا تھا... بہت گھبرایا' پریشان ہوا... بیٹی سے بات کی کہ طلاق لے لیتے ہیں' لیکن میری بچی نے طلاق لینا پسند نہ کیا... اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا... پانچ سال مصیبت کے سال تھے... اور ابھی نہ جانے کتنے مصیبت کے سال میری بچی کو گزارنا پڑیں گے... اب تو اس کے بچے بھی ہیں... وہ کیا اس گھٹیا شخص سے علیحدگی اختیار کرلے گی۔"

"ہوں! اور کوئی بات۔"

"جی نہیں بس... اور کیا بات ہوگی۔"

"لیکن ان باتوں کے بے اسے یہ پیغام دینے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"کوئی اور بات بھی ہے... جس کے جاننے سے ہم اس کا سراغ لگا سکتے ہیں... اب آپ کی بیٹی کو اس سے چھٹکارا ملنے کا وقت آگیا ہے... آپ

غور کریں۔"

"اوہ اچھا... ہاں یاد آیا... لیکن وہ مجھے نقصان نہ پہنچائے۔"

"نہیں... وہ اب اس قابل نہیں رہا... پھر بھی میں آپ کی اور آپ کی بیٹی کی حفاظت کے انتظامات کرائے دیتا ہوں۔"

یہ کہ کر انھوں نے وائرلیس پر سادہ لباس والوں کو ہدایات دیں اور سیٹ بند کرکے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"اب سے صرف پندرہ منٹ بعد آپ کے دونوں گھر سادہ لباس والوں کی نگرانی میں ہوں گے... لہٰذا آپ بے فکر ہو جائیں۔"

"اچھی بات ہے... ہاں تو بات یہ ہے کہ کچھ دن پہلے وہ چند غیر ملکیوں کو لے کر یہاں آیا تھا... اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ میں ان لوگوں کو اپنے گھر میں چھپائے رکھوں... ورنہ وہ میری بیٹی کو مار ڈالے گا... میں غریب کیا کرتا... ان لوگوں کو اپنے گھر میں چھپالیا... وہ ایک ہفتے تک رہے... پھر وہ انھیں لے گیا تھا۔"

"بہت خوب! یہ بات اہم ہے... کیا آپ ان کے حلیے بتا سکتے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں... آخر وہ ایک ہفتے تک یہاں رہے ہیں... میں نے انھیں کھانا کھلایا ہے... ان کے سونے جاگنے کا انتظام کیا ہے... آپ کو میں ان کے حلیے لکھوا دیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ بولے۔

اور حلیے لکھنے لگے... اس کے بعد انھوں نے کہا۔

"ان سات دنوں کے دوران احسان یوسف بھی یہاں آتا رہا ہے۔"

"ہاں جناب! بالکل... وہ ایک بند کمرے میں بیٹھ کر بہت دیر تک کھسر پھسر کرتے رہتے تھے۔"

"اوہ اچھا" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا اور وہ کسی گہری سوچ میں گم ہوگئے۔ آخر بولے۔

"ٹھیک ہے... آپ نے بہت اہم باتیں بتائیں... اب ہم اس شخص کو نہیں چھوڑیں گے۔"

یہ کہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے... اور وہ خوف زدہ ہوگیا۔

"ایسا نہ ہو... آپ یہاں سے جائیں اور وہ آجائے۔"

"آپ فکر نہ کریں... میں باہر اپنی جیپ میں ہوں... آپ دروازہ بند کرلیں... جب تک سادہ لباس والے نہیں آجاتے... ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے خوش ہوکر کہا۔

باہر نکل کر انہوں نے ادھر ادھر کا جائزہ لیا... ایک طرف کافی فاصلے پر ایک شخص انہیں اس طرف گھورتا نظر آیا۔

"میرا خیال ہے... وہ یہیں ہے... اس طرف... مگر تم نہیں دیکھو گے... تم یہیں کھڑے رہو... میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہ کر انسپکٹر جمشید وہاں سے آگے بڑھ گئے اور جلد ہی ان کی نظروں سے اوجھل ہوگئے... جب کہ وہ شخص اسی طرح کھڑا رہا... تھوڑی

دیر بعد چکر کاٹ کر انسپکٹر جمشید اس کے بالکل پیچھے پہنچ گئے، اور پھر انہوں نے انہیں اس کے ساتھ آتے دیکھا... اس کے چہرے پر خوف بھی نظر آیا۔

"غالباً" جیب میں رکھا ہوا پستول انہوں نے اس کی کمر سے لگا رکھا ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"ضرور یہی بات ہے۔"

آخر وہ اس کے ساتھ وہاں آگئے۔

"چلو... گاڑی میں بیٹھ جاؤ... ورنہ چھلنی کردوں گا۔"

وہ خوف زدہ انداز میں گاڑی کے اندر بیٹھ گیا۔

"ہاں! اب بتاؤ... تم کون ہو... کیا احسان یوسف ہو۔"

"نن... نہیں۔"

"نہیں انسپکٹر صاحب... یہ احسان یوسف نہیں ہے۔" خالد جاری بولے۔

"کوئی بات نہیں... اس کا تعلق ضرور احسان یوسف سے ہے... کیوں بھئی۔"

"میں کسی احسان یوسف کو نہیں جانتا۔"

"تب تم اس گھر کی نگرانی کیوں کررہے تھے۔"

"نگرانی... کیا مطلب... بھلا میں کیوں کرنے لگا نگرانی... آپ کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"اوہ ہاں! آج کل ہمیں دراصل غلط فہمی ہونے کا مرض شروع ہو گیا ہے... خیر آپ جا سکتے ہیں۔"

یہ کہ کر انہوں نے دروازہ کھول دیا... اور دور سے آتے سادہ لباس والوں کو اشارہ کر دیا۔ وہ سمجھ گئے اور اس کے تعاقب میں چلے گئے۔

"یہ آپ نے کیا کیا... اسے چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہ سیدھا احسان یوسف کی طرف جائے گا... اور سادہ لباس والے اس کی نگرانی کرتے ہوئے ہمیں اس کا پتا بتائیں گے۔"

"بہت خوب!" وہ بولے۔

تھوڑی دیر بعد سادہ لباس والوں کی طرف سے پیغام ملا... اور وہ فوراً اس طرف روانہ ہو گئے... آدھ گھنٹے بعد وہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں سادہ لباس والے موجود تھے۔

"وہ سامنے والی عمارت میں داخل ہوا تھا... پھر ہم نے اس عمارت سے اسے باہر نہیں نکلتے دیکھا۔"

"عمارت کا کوئی اور دروازہ بھی تو ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہاں پہنچنے کے فوراً بعد عمارت کا جائزہ لے لیا گیا تھا اور دوسری طرف بھی چار آدمی موجود ہیں۔"

"بہت خوب! اس کا مطلب ہے... احسان یوسف اس عمارت میں ہے... جانتے ہیں یہ عمارت کس کی ہے۔"

"ہمارے ملک کے مشہور و معروف سیاسی لیڈر اجمال غانی کی۔"

"بالکل ٹھیک... اب اگر احسان یوسف یہاں موجود ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کی کمر پر اجمال غانی ہے اور یہ اجمال بھی اس سازش میں شریک ہے... ان سیاست والوں کو دولت کی بہت ضرورت ہوتی ہے... الیکشن لڑنے کے لیے انہیں بہت کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے... لوگوں کو خریدنا پڑتا ہے... دوسرے معاملات میں پانی کی طرح روپیہ بہانا پڑتا ہے، لہٰذا اجمال کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے کسی غیر ملکی فرم نے اس سے سودا کیا کہ اگر یہ کسی طرح خالد جاری کی ایجاد ہمیں لا دیں تو وہ انہیں اتنی بڑی رقم دیں گے... اس طرح یہ سودا طے ہوا... اجمال نے اس بارے میں احسان یوسف سے بات کی... اور اس نے بھی لالچ میں آ کر یہ کام کرنے کا فیصلہ کر لیا... وہ پہلے ہی گرا ہوا انسان ہے... جب کہ ہم اس کے بارے میں معلومات حاصل کر چکے ہیں... وہ غیر ملکی بھی اسی سلسلے میں پروگرام طے کرنے آئے ہوں گے... لیکن اجمال غانی جیسے لوگ غیر ملکیوں کے ساتھ دیکھے جائیں تو اخبارات میں خبریں لگتی ہیں... لہٰذا انہوں نے پروگرام احسان یوسف کے سسر کے گھر طے کیا... غیر ملکیوں کو وہاں ٹھہرایا..."

یہاں تک کہ انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"ساری باتیں فٹ ہیں... لیکن سوال یہ ہے کہ بیرونی لوگوں کو ایجاد کا پتا کس طرح چلا۔"

"اس سوال کا جواب شاید ہمیں اس عمارت میں مل جائے... اکرام کیا خیال ہے... ہم خاموشی سے اندر کیوں نہ داخل ہوں۔"

"میں سمجھ گیا سر... فاروق صاحب کو ہمت کرنا پڑے گی..." اکرام مسکرایا۔

"وہ تو میری قسمت میں لکھا جا چکا ہے..." فاروق نے بھی مسکرا کر کہا۔

اور پھر وہ پچھلی طرف لگے پائپ کے ذریعے اوپر چڑھ گیا... نیچے اترنا بھی اس کے لیے آسان ثابت ہوا' کیونکہ زینہ بند نہیں تھا... نیچے آ کر اس نے ایک دروازہ کھول دیا' اور وہ سب آواز نکالے بغیر اندر داخل ہو گئے۔ دبے پاؤں چلتے ہوئے وہ اس کمرے کی طرف بڑھے جس میں روشنی ہو رہی تھی... اس کمرے سے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں... نزدیک ہونے پر وہ گفتگو صاف سنائی دینے لگی... کمرے کا دروازہ بھی تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔

"میں پھر کہوں گا احسان... تم نے یہاں آ کر غلطی کی ہے... تم انسپکٹر جمشید کو نہیں جانتے... وہ اڑتی چڑیا کے پر گن لیتا ہے۔"

انسپکٹر جمشید نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر فوراً نفی میں سر ہلایا... جیسے کہ رہے ہوں۔

"نہیں تو! میں تو اڑتی چڑیا کے پر نہیں گن سکتا۔"

"آپ فکر نہ کریں سر... وہ یہاں نہیں پہنچ سکتا... آپ کی طرف تو اس کا خیال بھی نہیں جا سکتا' اور اگر وہ آ بھی جاتا ہے تو کیا ہے... آپ کے تعلقات اتنے بڑے بڑے وزیروں سے اور افسروں سے ہیں... کیا آپ

مجھے اس سے بچا نہیں سکیں گے۔"

"وہ ایک الگ بات ہے... میں بچا تو لوں گا... لیکن ہر اخبار والے خبریں تو لے اڑتے ہیں نا۔"

"اخبار والوں سے بھی آپ نمٹ لیں گے... میں جانتا ہوں۔"

"اچھا خیر... اب معاملہ کہاں تک پہنچا۔"

"غیر ملکی فرم آپ کو اس ایجاد کے دو کروڑ روپے دینے کو تیار ہے۔"

"صرف دو کروڑ... لیکن یہ تو کچھ بھی نہیں ہے... میرا تو خیال تھا کہ وہ دس کروڑ کم از کم دے دیں گے۔"

"وہ دس کروڑ ضرور دے دیتے... لیکن ایجاد کے بارے میں انہیں ابھی کچھ یقین نہیں کہ تیار کر سکیں گے یا نہیں' ہو سکتا ہے... ریاض دان نے کوئی بات خفیہ رکھ چھوڑی ہو۔"

"حد ہو گئی... کیا میں نے اتنا کچھ صرف دو کروڑ کے لیے کیا ہے۔ نہیں بھئی... ہم ایسا کر لیتے ہیں کہ اس ایجاد کے بارے میں کچھ اور غیر ملکی فرموں سے بات کرتے ہیں... جو ہمیں زیادہ دے گا... ہم ایجاد ان کے حوالے کر دیں گے۔"

"نہیں سر... ایجاد ہم اسی ملک کے ادارے کو دیں گے... یعنی بیچیں گے۔"

"آخر کیوں... تمہیں ان سے کیا دلچسپی ہے۔" اجمل غنی نے جھلا کر کہا۔

"بس سر.... بے دلچسپی.... ایجاد آپ انھی کو دے دیں۔"

"میں جب تک دوسری فرموں سے بات نہ کرلوں.... ایسا نہیں کروں گا۔"

"تب پھر آپ کے اور میرے تعلقات کا یہ آخری دن ہوگا۔" احسان یوسف کی سرد آواز سنائی دی۔

"کیا مطلب؟" اجمال خانی نے چونک کر کہا۔

"ہاں جناب! اچھی طرح سوچ لیں.... میں جب سے اس ملک میں آیا ہوں.... بلکہ یوں کہہ لیں کہ جب سے مجھے اس ملک میں اس قسم کے کاموں کے لیے بھیجا گیا ہے.... اس وقت سے میں آپ کے کام کرتا چلا آرہا ہوں.... میں نے آپ کے لیے ایسے ایسے کام کیے ہیں کہ اگر کسی کو پتا چل جائے.... اور وہ حکومت کو بتادے تو آپ کو فوراً پھانسی دے دی جائے گی۔"

"اور تمھیں.... اپنی بھی تو کہو نا۔"

"میں یہاں ٹھہروں گا تب نا.... میں اس کیس کے فوراً بعد یہاں سے رخصت ہو رہا ہوں.... کیونکہ میرے ملک نے مجھے یہاں دس سال کے لیے بھیجا تھا.... دس سال تک میں نے یہاں خوب کام کیا ہے.... یہاں تک کہ ایک مقامی لڑکی سے شادی تک کی ہے.... لیکن وہ وقت گزارنے کے لیے کی تھی اور اس لیے بھی کہ مجھے کوئی شک کی نگاہ سے نہ دیکھے.... لہٰذا اتنا عرصہ گزر گیا.... مجھے کسی نے شک کی نظروں سے نہیں دیکھا.... اب بیگال

نے مجھے انعام کے طور پر واپس بلالیا ہے.... اس کے بعد میرے لیے ایک شاندار زندگی ہوگی.... شاندار بنگلہ.... شاندار کار.... اور ملک کا میں خاص آدمی ہوں گا.... جس سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی.... ہم جیسے لوگوں کو ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد ہماری حکومت یہ تمام مراعات دیتی ہے.... لہٰذا مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا.... آپ مارے جائیں گے.... لہٰذا جس طرح میں کہہ رہا ہوں اسی طرح کریں۔"

"یہ بات آج پہلی مرتبہ معلوم ہوئی کہ تم ایک غیر ملکی ہو۔" اجمال خانی نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے بتائی ہی پہلی بار ہے.... ورنہ اب بھی آپ کو معلوم نہ ہوتی۔"

"خیر.... مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم کس ملک کے جاسوس ہو.... مجھے تو بس دولت سے غرض ہے.... تم مجھے اپنی حکومت سے پانچ کروڑ دلوادو۔"

"وقت گزر گیا ہے....“ احسان یوسف نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب.... وقت گزر گیا ہے۔"

"ہاں جناب.... وقت گزر گیا ہے.... اب آپ کو دو کروڑ بھی نہیں ملیں گے.... فارمولا آپ بالکل مفت ہمارے حوالے کریں گے.... بلکہ ہم جانتے ہیں آپ نے وہ کہاں رکھا تھا.... مجھے تو ذرا سہولت حاصل کرنا تھی.... اس لیے وقتی طور پر فارمولا آپ کے پاس رکھوایا تھا.... ورنہ تو مجھے اس کی

بھی ضرورت نہیں تھی... فارمولا حاصل کرتے ہی میں یہاں سے نکل جاتا... اپنے ساتھیوں سمیت... اب بھی کوئی بات نہیں' آپ اب ہاتھ اوپر اٹھا دیں۔"

اجمال غانی کی خوف میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

☆○☆

اپنا کام

باہر کھڑے لوگ تو سکتے کے عالم میں تھے... اندر اجمال غانی پر سکتہ طاری تھا... ادھر احسان یوسف کہہ رہا تھا۔

"ہاں جناب! اب آپ مطلب کس بات کا پوچھ رہے ہیں... کیوں نہ تم سیف میں سے فارمولا نکال لو... اس کے بعد ہم غانی صاحب کے دماغ میں صرف ایک گولی اتار کر چلتے بنیں گے... میرا پستول بے آواز ہے۔"

"اوکے سر۔" کسی اور نے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے اب محمود کو اشارہ کیا... اس نے دروازے پر ذرا سا دباؤ ڈالا' دروازہ آواز پیدا کیے بغیر تھوڑا سا کھل گیا اور محمود اندر رینگ گیا... اس نے دیکھا... احسان یوسف کی کمر دروازے کی طرف تھی... البتہ باقی لوگ ادھر ادھر کھڑے تھے... وہ اس کی طرف دیکھ سکتے تھے... لیکن اس وقت ان سب کی نظریں اجمال غانی پر جمی تھیں... البتہ اجمال غانی کی نظریں بالکل دروازے کی طرف تھیں... اس نے محمود کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو اپنے اوپر کنٹرول نہ رکھ سکا... اچھل پڑا۔

"کیا ہوا... کسی بچھو نے کاٹ لیا ہے کیا..." احسان یوسف نے
پھر اس کی نظروں کو بھانپ کر اس نے مڑنے کا ارادہ کیا... ساتھ ہی
نے سر کی زوردار ٹکر اس کی کمر پر رسید کردی... وہ اوندھے منہ گرا
ساتھ ہی پستول کا ٹریگر بھی دب گیا اور گولی دیوار سے ٹکرائی... اتنے
محمود اس کی کمر پر سوار ہو کر پستول چھین چکا تھا۔

"ہاتھ اوپر اٹھا دو دوستو۔" محمود نے شوخ آواز میں کہا۔

"اکیلے ہی ہو۔" احسان یوسف نے بے خوف انداز میں کہا۔

"نہیں... میرے ساتھ تو پورا لاؤ لشکر ہے۔" محمود ہنسا۔

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی باقی لوگ اندر آگئے... انہیں دیکھ
احسان یوسف بری طرح اچھلا اور پھر اس نے دروازے کی طرف چھلانگ
لگادی... لیکن الٹ کر گرا... اس لیے کہ انسپکٹر جمشید نے دونوں ہاتھوں
اسے روک کر واپس اچھال دیا تھا... گرتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا ا
انسپکٹر جمشید پر لپکا... اس بار اس کا حملہ بہت طوفانی تھا... اس نے سر
ٹکر ان کے سینے پر مارنے کی کوشش کی... وہ ذرا سا ترچھا ہو گئے اور
دروازے سے باہر نکل گیا... باہر نکلتے ہی وہ مڑا اور خوف ناک لہجے
بولا۔

"تم لوگ میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکتے۔"

"تو بھی آؤ۔" انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف دونوں ہاتھ پھیلادیے۔
دوسری طرف محمود، فاروق، فرزانہ، اکرام اور خان رحمان مجر

ساتھیوں سے بھڑ گئے تھے... اجمال غانی ایک طرف کھڑا تھر تھر کانپ رہا
تھا... اس کی آنکھوں میں بے پناہ خوف تھا... اس مرتبہ جو احسان یوسف
نے ان پر چھلانگ لگائی تو وہ اوپر اچھل گئے اور اس کے اوپر گرے... وہ
لڑھک گیا... بس پھر کیا تھا... انہوں نے اسے اپنی ٹھوکروں پر رکھ لیا...
جلد ہی وہ بے دم ہو گیا، اس کو گرتے دیکھ کر اس کے ساتھیوں کے دم خم
بھی ہوا ہو گئے اور انہوں نے ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیے۔

"چلو اکرام اب ان سب کو ہتھکڑیاں پہنادو۔"

اکرام نے سادہ لباس والوں کو اندر بلالیا... ان سب کے ہاتھوں میں
ہتھکڑیاں پہنادی گئیں... آخر میں سادہ لباس والے اجمال غانی کی طرف
بڑھے تو اس نے گھبرا کر کہا۔

"ارے ارے... بھئی میں تو اس گھر کا مالک ہوں... میں اجمال غانی
ہوں... ملک کا مشہور و معروف سیاست دان... جانتے نہیں مجھے... اس
سارے معاملے کا تعلق تو اس شخص سے ہے۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"تب پھر یہ سب لوگ یہاں کیوں جمع ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"زبردستی گھس آئے تھے۔"

"ٹھیک ہے... یہ بہت برے لوگ ہیں... ہم مانتے ہیں... لیکن آپ
اس کمرے میں ان کے ساتھ کیا کر رہے تھے۔"

"میں کیا کر رہا تھا... ان لوگوں نے میری طرف پستول تان رکھا تھا...
یہ لوگ لوٹ مار کرنے آئے تھے۔"

"اوہ! بہت بری بات ہے.... توبہ توبہ۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"ارے بھئی تم کیوں رک گئے.... تم اپنا کام کرو۔" انسپکٹر جمشید نے سادہ لباس والوں کی طرف دیکھا۔

"اپنا کام.... کون سا اپنا کام؟"

"اپنا کام یعنی کہ گرفتار کرنے والا۔"

"حد ہو گئی.... آخر مجھے کس جرم میں گرفتار کیا جا رہا ہے۔"

"اسی جرم میں.... جس جرم میں احسان یوسف کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔"

"محمود.... تم اپنے ٹیپ ریکارڈر پر انہیں انہی کے الفاظ سنا دو۔"

"جی بہتر۔" محمود نے کہا اور ننھے سے ٹیپ ریکارڈر پر وہ الفاظ سنائی دینے لگے جو وہ ادا کر چکے تھے.... اب تو اس کا رنگ سفید پڑنے لگا۔

"تک.... کیا سودا نہیں ہو سکتا۔"

"ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں ابا جان۔" فاروق گھبرا گیا۔

"بھئی پہلے سن تو لو۔"

"اور کیا.... اتنی جلدی چلانے لگ جاتے ہو۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"اوہ اچھا!" فاروق فوراً بولا۔

"ہاں تو کرو بھئی.... سودا۔"

"ایک کروڑ آپ کے.... باقی میرے۔"

"لیکن کس چیز کے.... بات پلے نہیں پڑی۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں ایجاد بیگال کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں.... جو پیسے ملیں گے.... ان میں سے ایک کروڑ آپ کے۔"

"اس قدر کم قیمت پر تو میں بکنے والا نہیں.... آخر میں انسپکٹر جمشید ہوں۔"

"تو پھر دو کروڑ آپ کے۔"

"ہاں! اب کچھ بات کی ہے آپ نے کام کی.... اور آگے بڑھئے۔"

"کیا مطلب؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"بھئی.... اس قدر بڑا سودا ہے.... صرف دو کروڑ روپے؟" انسپکٹر جمشید مذاق اڑانے والے انداز میں بولے۔

"اچھی بات ہے.... تین کروڑ روپے۔"

"تین کروڑ روپے.... نہیں.... سودا منظور نہیں۔"

"چار کروڑ۔" اس نے کہا۔

"نامنظور۔"

"پانچ کروڑ۔" اس نے کہا۔

"اگر میں پانچ کروڑ منظور کر لوں تو تمہارے ہاتھ کیا آئے گا.... بیگال سے تمہیں پانچ ہی تو ملیں گے۔"

"کوئی بات نہیں.... میں کسی اور سودے میں کمالوں گا۔"

"گویا تمہارے نزدیک اس ملک کی.... انسپکٹر جمشید کی اور انسپکٹر جمشید کے ساتھیوں کی قیمت پانچ کروڑ روپے ہے.... خان رحمان...." انھوں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں دوست۔" خان رحمان فوراً بولے۔

"یہ غدار اگر تمہارے حوالے کردیا جائے تو تم اس کے سر کی کیا قیمت دیتے ہو.... ہم اس کے سر کی قیمت وصول کر کے سرکاری خزانے میں جمع کریں گے.... کیونکہ اس نے نہ جانے سرکاری خزانے کو اور ملک کو کس قدر نقصان پہنچایا ہے۔"

"دس کروڑ روپے۔" وہ بولے۔

"تم نے سنا اجمال غانی.... یہ شخص دس کروڑ ادا کرنے کو تیار ہے۔"

لیکن کس بات کے.... یہ کوئی ایجاد نہیں خریدے گا.... کہ اس کا آگے سودا کر کے کمائی کرے گا.... بلکہ ایک غدار کو اپنے ہاتھوں قتل کر کے جو خوشی محسوس کرے گا اس کے یہ دس کروڑ ادا کر رہا ہے.... جب کہ تم ملک سے غداری کر کے پانچ کروڑ دے رہے ہو.... لعنت ہے تم پر اور تمہاری سوچ پر.... اکرام اسے لے چلو.... اور میں دیکھتا ہوں.... یہ کیسے اپنے آپ کو چھڑاتا ہے۔"

اس کے ہاتھوں میں بھی ہتھکڑیاں پہنادی گئیں.... اور پھر یہ قافلہ وہاں سے روانہ ہوگیا.... ان لوگوں کو حوالات پہنچا کر انسپکٹر جمشید ان کی طرف

مڑے۔

"اب تم لوگ کیا کہتے ہو۔"

"کیا مطلب.... ہم اب کیا کہیں گے بھلا؟"

"مطلب یہ کہ اس کیس کے سلسلے میں کوئی کام کرنے کے قابل تو نہیں رہ گیا۔"

"جی نہیں.... بس کیس ختم ہوگیا.... ارے ہاں.... فارمولے کو تو ہم بھول ہی گئے۔" محمود نے چونک کر کہا۔

"وہ اجمال غانی کے سیف سے مل گیا ہے.... اور کوئی بات۔"

"تب پھر اور کیا بات رہ گئی.... اب تو یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے کہ احسان یوسف نے ہی بیگال کو اطلاع دی تھی۔"

"ہاں ٹھیک ہے لیکن ایک کام رہ گیا ہے۔"

"آخر وہ کیا کام ہے۔"

"سب میرے ساتھ چلیں.... وہیں چل کر بتاؤں گا کہ کیا کام رہ گیا ہے۔" وہ پر اسرار انداز میں بولے۔

"اچھی بات ہے۔"

اور پھر وہ بڑی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے.... گاڑی انسپکٹر جمشید ڈرائیو کر رہے تھے.... تھوڑی دیر بعد سب نے دیکھا.... انھوں نے گاڑی احسان یوسف کے گھر کے سامنے روکی تھی۔

"اوہ! آپ یہاں کس لیے آئے ہیں۔"

"مجھے یہاں آنا ہی چاہئے تھا... ذرا سوچو... غور کرو... کیوں آنا چاہئے تھا۔"

یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

گھنٹی بجتے ہی دروازہ کھلا اور احسان یوسف کی بیوی کی صورت نظر آئی۔

"اب سوچنے اور غور کرنے کے لیے وقت کہاں رہ گیا ہے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہ! آپ لوگ... خیریت تو ہے۔"

"ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیں... خود بے شک دروازے کے دوسری طرف بیٹھ جائیں... اس طرح بات کرنا مناسب رہے گا۔"

"بات کیا ہے۔" اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔"

آخر انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا گیا... احسان یوسف کی بیوی دروازے کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔

"جی فرمایئے... کیا بات ہے۔"

"ایک بہت دکھ بھری بات ہے... آپ کے لیے شاید خوشی کی بھی ہو گی۔"

"جی... کیا مطلب؟"

"آپ کا خاوند... اگرچہ خاوند کہنا غلط ہے... لیکن پھر بھی میں یہ

کر سکتا ہوں... کہ آپ کا خاوند دراصل ایک غیر ملکی جاسوس ثابت ہوا ہے۔"

"جی کیا مطلب؟"

"وہ شرابی تھا، جواری تھا... بہت برا آدمی تھا... یہ سب باتیں پھر بھی برداشت کے قابل تھیں، لیکن وہ بنگال کا جاسوس بھی تھا... یہ بات سب سے بری ہوئی... وہ مسلمان بھی نہیں تھا... جھوٹ موٹ کا مسلمان بنا ہوا تھا... تاکہ ہم لوگوں کو دھوکا دے سکے... یہاں اپنی جگہ بنا سکے... اس نے آپ سے شادی بھی اسی لیے کی تھی کہ کوئی اسے شک کی نظروں سے نہ دیکھ سکے... آج سے آپ آزاد ہیں... جہاں چاہیں نکاح کر سکتی ہیں... خاص طور پر میں اس وقت آپ کے بچوں کے لیے آیا ہوں... میں نے سوچا، غور کیا... سمجھا... کہ ان بچوں کا اب کیا بنے گا... کل جب یہ کہانی اخبارات میں شائع ہو گی اور ان بچوں کے بارے میں لوگوں کو پتا چلے گا کہ دشمن ملک کے ایجنٹ کے بچے ہیں تو ہر کوئی انہیں نفرت بھری نظر سے دیکھے گا... لہٰذا میں نے سوچا ہے... میں ان بچوں کو اور آپ کو یہاں سے ابھی اور اسی وقت لے جاؤں... اس سے پہلے کہ یہ کہانی اخبارات میں شائع ہو... میں آپ کو کہیں اور پہنچا رہا ہوں، وہاں کسی کو معلوم نہیں ہو گا کہ آپ کون ہیں... آپ باعزت زندگی گزار سکیں گی... چاہیں گی تو نئی شادی کر سکیں گی... اور آپ کے بچے تعلیم حاصل کریں گے... ان کا مستقبل بہت بہتر ہو گا... وہ فوج یا پولیس میں بھرتی کرا دیئے جائیں گے...

کیا آپ کو میرا یہ فیصلہ منظور ہے۔"

عورت کی چند سیکنڈ آواز سنائی نہ دی' پھر اس نے کہا۔

"اس سے اچھا فیصلہ میرے لیے اور کیا ہو سکتا ہے.... آپ ایک مہربان بھائی نظر آئے ہیں مجھے.... میں وہی کروں گی.... جو آپ کہیں گے۔"

"یہ کہہ کر آپ نے میرے دل پر سے بہت سا بوجھ اتار دیا ہے.... آپ کا شکریہ.... آپ جلدی سے تیاری کرلیں' آپ کو یہ گھر ہمیشہ کے لیے چھوڑنا ہے.... بس واجبی سی چیزیں ساتھ لیں.... آپ کو ہر چیز ملے گی.... گھر تک ملے گا۔"

"بہت بہتر۔"

تھوڑی دیر بعد انسپکٹر جمشید انھیں لیے کسی نامعلوم مقام کی طرف جارہے تھے۔

☆○☆

۲۵۰ روپے کا نقد انعام

غار کی قبر

کا انعامی سوال

سوال: اس ناول میں آپ کو سب سے زیادہ ہمدردی کس سے محسوس ہوئی؟

○

- ○ سوال کا جواب کاپی سائز کاغذ پر لکھیں۔
- ○ جواب الگ الگ کاغذ پر دیں۔
- ○ سوال کا جواب ، ناولوں پر تبصرہ اور آئندہ ناولوں کی رعایتی قیمت پر خریداری کے لیے آرڈر وغیرہ کے لیے آپ ایک ہی لفافہ استعمال کر سکتے ہیں۔
- ○ آپ سوال کا جواب ۱۰ مئی تک ارسال کر دیں۔
- ○ انعام موصول ہونے والے درست جوابات کی قرعہ اندازی کے ذریعے دیا جائے گا۔

(ادارہ)

فائدے کی بات

- ان شاء اللہ آئندہ ماہ آپ "سونے کا گھوڑا" (۱۵ روپے)، "شاہی مجرم" (۱۵ روپے)، "چوہے دان" (۱۵ روپے)، "اونٹ رے اونٹ" (۱۵ روپے)، "خول در خول" (۱۵ روپے)، "سوزانی درندہ" (۱۵ روپے) اور "سلاٹر کی واپسی" (۳۰ روپے) پڑھیں گے ۔ ان تمام ناولوں کی کل قیمت ۱۲۰ روپے ہے، لیکن ادارے سے منگوانے پر یہ تمام ناول رعایتی قیمت ۱۰۰ روپے میں ملیں گے ۔
- اگر آپ چار نئے ناول (سونے کا گھوڑا، شاہی مجرم، چوہے دان اور اونٹ رے اونٹ) منگوانا چاہتے ہیں تو ادارہ آپ سے رعایتی قیمت ۵۰ روپے وصول کرے گا ۔
- پوسٹ مین آپ سے رعایتی قیمت سے ۵ روپے زائد وصول کرے گا ۔ اس طرح آپ کو ناول گھر بیٹھے ملنے کے ساتھ ساتھ نئے چار ناولوں پر ۵ روپے اور مکمل سیٹ پر ۱۵ روپے کی بچت ہو گی ۔
- ناول بذریعہ وی پی ارسال کیے جاتے ہیں ۔
- ہے نا فائدے کی بات ۔ خط لکھ کر آرڈر دیں ۔ شکریہ!

آرڈر بھیجنے کا پتا:

مسلم پورہ، سادہ کلاں، لاہور

۱۰۰۰ روپے کے نقد انعامات

آئندہ ماہ کے ناول

کاغذ کی قیمت میں ایک بار پھر زبردست اضافہ ہو گیا ہے ۔ اس لیے حسب روایت آئندہ ماہ کے ناولوں کی جھلکیاں علیحدہ علیحدہ صفحات پر پیش کرنے کی بجائے صرف آئندہ ماہ کے ناولوں کے نام ہی ملاحظہ فرمائیں:

نمبر	ناول	سیریز	قیمت
۹۰۰	سونے کا گھوڑا	انسپکٹر جمشید سیریز	۱۵ روپے
۹۰۱	شاہی مجرم	"	۱۵ "
۹۰۲	چوہے دان	"	۱۵ "
۹۰۳	اونٹ رے اونٹ	"	۱۵ "
۹۰۴	خول در خول	"	۱۵ "
۹۰۵	سوزانی درندہ	"	۱۵ "
۹۰۶	سلاٹر کی واپسی (خاص نمبر)	"	۳۰ "

نوٹ: ہر نئے ناول کے انعامی سوال پر ۲۵۰ روپے کا نقد انعام دیا جائے گا ۔ آپ یہ ناول ۲۰ مئی ۱۹۹۵ء کو پڑھ سکیں گے ۔

(ادارہ)

۲۵۰ روپے کا نقد انعام

جرم کا انداز

سوال یہ تھا: اس ناول میں آپ کو کس کا کام سب سے زیادہ پسند آیا؟

جواب: اس ناول میں انسپکٹر جمشید کا کام سب سے زیادہ پسند آیا۔

○

موصول ہونے والے درست جوابات کی قرعہ اندازی کی گئی، مندرجہ ذیل خوش نصیب انعام کے حق دار قرار پائے، انھیں مبلغ ۲۵۰/۰۰ روپے کا نقد انعام روانہ کیا جا رہا ہے:

محمد افضل ساگر مچھوی

اقراء بک کارنر، جیل روڈ، مچھ بولان، بلوچستان

○

آئندہ خاص نمبر کی ایک جھلک

جیرال

مصنف: اشتیاق احمد

- ○ جرائم کی دنیا میں تہلکہ مچا دینے والا جیرال ایک بار پھر!
- ○ لیکن جیرال تو آپ کے کرداروں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارا جا چکا ہے۔
- ○ اس کے باوجود وہ آپ کی تینوں پارٹیوں کے مقابلے میں ایک چٹان بنا کھڑا تھا۔
- ○ آخر کیسے؟
- ○ یہ پڑھ کر آپ دنگ رہ جائیں گے۔
- ○ آپ کے لیے ایک اور حیرت کا طوفان۔

○ جیرال اس بار ایک انتہائی ہولناک منصوبہ لے کر آیا تھا۔
○ منصوبے کو کامیاب کرنے کے لیے وہ ایک عجیب ذہنی جنگ لڑ رہا تھا —
○ ذہنی جنگ کا ماہر جیرال — ایک نئے اور بالکل نرالے روپ میں —
○ جیرال کی انسپکٹر جمشید کے گھر پُراسرار آمد —
○ لیکن ایک بات کا علم جیرال کو بھی نہ ہو سکا —
○ ایک ایسا حیرت بھرا ناول جو آپ کو مکمل طور پر گرفت میں لے لے گا —
○ یہ ناول نہیں، ایک بہت بڑا دھماکا ثابت ہوگا —
○ جیرال پسندوں کے لیے ایک نیا تحفہ —
○ ایک نئی تھرتھری —
○ [illegible] جیرال پسند — میرے تمام ہی قارئین ہیں —
○ اپنی نوعیت کا واحد خاص نمبر —
○ جاسوسی ادب میں ایک منفرد انداز —
○ آپ نے ایسا ناول پہلے کبھی نہیں پڑھا ہوگا —
○ آپ ناول پڑھتے وقت حیرتوں کے سمندر میں ڈوب ڈوب جائیں گے —
○ مکمل جھلکیاں آیندہ ناولوں میں ملاحظہ فرمائیں —

۲۵۰ روپے کا نقد انعام

چابی + خط

سوال یہ تھا: اس ناول میں سب سے زیادہ آپ کو کیا بات پسند آئی؟

جواب: حدیث شریف۔

○

موصول ہونے والے درست جوابات کی قرعہ اندازی کی گئی — مندرجہ ذیل خوش نصیب انعام کے حق دار قرار پائے — انھیں مبلغ ۲۵۰ روپے کا نقد انعام روانہ کیا جائے گا۔

○

(نام نہیں لکھا)

مکان نمبر ۲۴، گلی نمبر ۹، محلہ نصیر آباد، بینک کالونی، سانده کلاں، لاہور

نوٹ: یہ قاری اپنا نام لکھ کر ارسال کریں، تاکہ انھیں انعام روانہ کیا جا سکے۔